U1 6/4/44

Title Gitanjali.
Author Tagore. R. N.
Accession No. 1147
Call No. 891.41 R 28 G

BORROWER'S NO.	ISSUE DATE	BORROWER'S NO.	ISSUE DATE

The Jammu & Kashmir University Library, Srinagar.

1. Overdue charge of one *anna* per-day will be charged for each volume kept after the due date.
2. Borrowers will be held responsible for any damage done to the book while in their possessio

THE JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY.

DATE LOAND

Class No. 891.41 Book No 28G RGR

Vol. ______ Copy ______

Aceession No. 1147

11 MAR'59

SRINAGAR
BOOKS DEPTT.

گیتانجلی

ST 01
RO

ہندوستانی زبان میں

شری رویندر ناتھ ٹیگور

کی

وہ تصنیف جس پر اُنہیں ایک لاکھ
بیس ہزار روپیہ نوبل پرائز ملا۔

THE KASHMIR SYNDICATE
SRINAGAR

پبلشرز
راجپال اینڈ سنز بک سیلرز۔ لاہور

JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY
No. 1147
Date 6.4.'50
SRINAGAR

ALLAMA IQBAL LIBRARY
1147

مترجم ——— شری کانت ایم اے

چوتھی بار ۱۰۰۰ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ

کچھ مہاکوی ٹیگور اور گیتانجلی کے بارے میں

(از مسز سروجنی نائیڈو)

مجھے بخوبی یاد ہے، جب مَیں ابھی نادان بچی ہی تھی، میری ماں اپنی بھاری بھر کم آواز میں کچھ ایک ایسے گیت گایا کرتی تھی جنہیں مَیں سمجھ تو نہ سکتی تھی، البتہ وہ میرے دل کی گہرائیوں میں اُتر جاتے تھے۔ میرے دریافت کرنے پر میری ماں نے بتایا۔ کہ یہ گیت شری رویندر ناتھ ٹیگور کے ہیں۔

ان دنوں روی بابُو کے گیتوں کا چرچا ہر ایک کی زبان پر تھا۔ کشتی کھیتے ہوئے ملاح، ہل چلا رہے کسان، سکولوں کے طلباء۔ گھر کے کام کاج میں مصروف عورتیں، امیر غریب، غرضیکہ

ہر کوئی رویندر ناتھ ٹیگور کے گیتوں کا دلدادہ تھا - اگر لوگ مسرور ہوتے - تو بھی روی بابو کے گیتوں سے لطف اندوز ہوتے اور اگر مغموم تو بھی اُس کے پُرتسکین گیت اُن کے مجروح دلوں کے لئے مرہم شفا کا سا اثر رکھتے تھے - جب کبھی مہاکوی نے بھارت کی پکار سُنی - تو اُس نے حُب الوطنی کے پُرجوش ترانے دُنیا کے سامنے پیش کئے - جنہیں سن کر دیش کے نوجوان تڑپ اُٹھے - اور بھارت ماں کی بیڑیاں کاٹنے کے لئے ایک نیا جوش اور اُمنگ لے کر میدانِ عمل میں کود پڑے ۔

مجھے وہ دِن بھی یاد ہیں، جب میں دُنیا کی سیاحت پر نکلی تھی - تب دورانِ سفر میں میں نے دیکھا - کہ ٹیگور ہی ہندوستان کا وُہ ستارہ ہے - جو دنیا کے ہر خطہ میں چمک رہا ہے - مغرب کے لوگ اُس کی گیتانجلی پر دِل وجان سے فدا ہو چکے تھے - اور وہ اُس وقت کا بے تابی سے انتظار کر رہے تھے - جب بھارت کا رشی اپنا جیون سندیش دے کر جنگِ عظیم سے پِستے ہوئے مجروح لوگوں کو شانتی کے میٹھے نغمے سُنا کر اُن

کے دنوں کو ڈھارس دے گا۔

اسی دوران میں جب مجھے ناروے کی ترائیوں میں سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ تو میں نے پہاڑیوں کے دامن میں جا بجا بسی ہوئی چھوٹی چھوٹی بستیوں میں ——— جہاں چھ مہینے سوائے تاریکی کے اور کچھ نہیں ہوتا، دیکھا کہ کسان لوگ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رومی بابو کے نغمے الاپا کرتے تھے۔ یا یوں کہئے۔ کہ ان تاریک دنوں میں وہاں کے کسان جس توشہ پر گزران کرتے تھے، وہ ٹیگور کے سہ پارے ہی تھے۔

جب گیتانجلی شائع ہوئی۔ تو اتفاق سے میں انگلینڈ میں ہی تھی مسٹر ڈبلیو۔ بی۔ ییٹس (W. B. YEATS) جو نہ صرف آئرلینڈ کا ہی بلکہ موجودہ نسل کا جلیل القدر شاعر ہے دیوانہ ہو گیا، جب اُس نے گیتانجلی کو ترجمے کی شکل میں دیکھا سچ جانیئے وہ گیتانجلی پر دیوانہ مرتا تھا۔ اُس کا یقین تھا کہ اس میں شکستہ روحوں کے لئے پیغام اُمید کا دیا ہوا جن ہے۔

ایک سال میں نے سردیوں کے دن سکنڈے نیویا میں ہی گزارے۔ یہ تو دُنیا جانتی ہی ہے۔ کہ ٹیگور کو گیتانجلی لکھنے پر ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ کا نوبل پرائز اہلِ سویڈن کی طرف سے ہی پیش کیا گیا تھا۔ اس لئے قدرتاً تمام سویڈن ٹیگوریت سے شرابور تھا۔ وہاں میری میزبان وہ ادیبہ تھی۔ جس نے گیتانجلی کا ترجمہ انگلستان کے حلقۂ ادب کے سامنے رکھا تھا۔ میں نے وہاں محسوس کیا۔ کہ سویڈن کا ہر فرد بشر ٹیگور کے نغموں کے سیلاب میں بہتا جا رہا ہے۔ اور کہ اُن کی زندگی پر ٹیگور کے رنگ برنگے گیت چھا رہے ہیں۔

یہ ہیں وہ ذی شان خراج ہائے تحسین جو دُنیا کے ہر کونے سے شری رویندر ناتھ ٹیگور کو ادا کئے گئے، جنہوں نے اپنی ذہانت، قابلیت، شاعری اور فلسفہ سے ہندوستان کی وقعت اور عظمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

مہاکوی!

دُنیا والے دُنیاوی چیزیں اپنے دیوتا کی
نذر کرتے ہیں، یہ جانتے ہوئے بھی
کہ وہ چیزیں اُسی کی بخشش ہیں
میرے دیوتا!
میں بھی تیری پُھلواڑی کے پھول
تیری ہی نذر کرتا ہوں!

______ شری کانت

(۱)

تُو نے مجھے اننت بنایا ہے، ایسی ہی تیری لیلا ہے۔ تُو اِس ناشوان پاتر (جسم) کو بار بار خالی کرتا ہے۔ اور نئی زندگی سے اُسے ہمیشہ بھرتا رہتا ہے ۔

تُو نے اِس بانس کی ننھی سی بانسری کو پہاڑیوں اور گھاٹیوں پر پھرایا ہے۔ اور تُو نے اس کے ذریعہ ایسی سُریلی تانیں نکالی ہیں۔ جو نت نئی ہیں ۔

میرا چھوٹا سا دِل تیرے ہاتھوں کے امرت مئے سپرش سے اپنے آنند کی حد کو کھو دیتا ہے۔ اور پھر اُس میں ایسے ولولے اُٹھتے ہیں جو بیان سے باہر ہیں ۔

تیرے اننت اُپہاروں کی بارش میرے اِن ادنے ہاتھوں پر ہوتی ہے۔ زمانے گزر گئے۔ اور تو انہیں برابر لگاتار برساتا جاتا ہے۔ لیکن یہ بھرنے میں نہیں آتے!

۲

جب تُو مجھے گانے کی اجازت دیتا ہے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جیسے فخر سے میرا دل ٹوٹنا چاہتا ہے۔ مَیں تیرے چہرہ کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا ہُوں۔ اور میری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں ۔

میری زندگی میں جو کچھ کٹھور اور ان میل ہے، وُہ پگھل کر ایک مدھر سُر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور میری آرادھنا اُس پرسنّ پرندے کی طرح اپنے پَر پھیلاتی ہے۔ جو اُڑ کر سمندر پار کر رہا ہوتا ہے ۔

مَیں جانتا ہوں کہ تجھے میرا گانا اچھا لگتا ہے۔ اور مَیں جانتا ہوں۔ کہ تیرے سامنے مَیں ایک گویّے کی ہی شکل میں آتا ہُوں ۔

تیرے جن قدموں تک پہنچنے کی مَیں جُرأت بھی نہیں کر سکتا تھا، اُنہیں مَیں اپنے گیتوں کے دُور تک پھیلے ہُوئے پیروں کے کناروں سے چھُو لیتا ہوُں ۔

گانے کے آنند میں بیخود ہو کر مَیں اپنی ہستی کو بھُول جاتا ہُوں۔ اور تمہیں —— اپنے مالک کو —— دوست کہہ کر پکارنے لگتا ہوُں ۔

۳

میرے مالک! نہ جانے تم کیسے گاتے ہو۔ میں تو حیرانی سے خاموش ہو کر ہمیشہ دھیان سے سنتا رہتا ہوں ۔

تمہارے سنگیت کا پرکاش تمام دنیا کو منور کرتا ہے۔ تمہارے سنگیت نے لوک لوکانتروں میں ایک روح پھونک دی ہے۔ تمہارے سنگیت کی پوتر دھارا پتھوں کی رکاوٹوں کو کاٹتی ہوئی تیزی سے بہ رہی ہے ۔

میرا دل تمہارے سنگیت میں شامل ہونے کو بڑا بیچین ہے لیکن کوشش کرنے پر بھی آواز نہیں نکلتی۔ میں بولنا چاہتا ہوں، لیکن میری آواز گیت کا روپ دھارن نہیں کرتی۔ بس میں اپنی ہار مان لیتا ہوں!

میرے مالک!۔ تم نے میرے دل کو اپنے سنگیت رُوپی جال، جس میں لاتعداد چھید ہیں، کا ایک قیدی بنا لیا ہے ۔

۴

میرے جیون پران! یہ محسوس کر کے کہ میرے سب انگوں میں تیرا پچیتن سپرش ہو رہا ہے، میں اپنے جسم کو ہمیشہ پوتر رکھنے کی کوشش کروں گا۔ پریم پرکاش! یہ محسوس کر کے کہ تو نے میرے دل میں عقل کے چراغ کو جلایا ہے، میں اپنے خیالات سے تمام اَسیتیوں کو دور رکھنے کی ہمیشہ کوشش کرونگا +

یہ محسوس کر کے کہ اِس ہردیہ مندر کے اندر تو موجود ہے، میں سب برائیوں کو اپنے دل سے نکالنے اور تیرے پریم کی کلی کو کھلانے کی ہمیشہ کوشش کرونگا +

یہ جان کر کہ تیری ہی شکتی مجھے کام کرنے کا بل دیتی ہے۔ میں اپنے سب کاموں میں تمہاری جھلک کو نمایاں کرنے کی کوشش کروں گا +

۵

مَیں لمحہ بھر آپ کے نزدیک بیٹھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ وہ کام جو میرے ہاتھ میں ہیں، اُنہیں بعد میں ختم کر لوں گا۔

تمہارے چہرے سے اوجھل ہونے پر میرے دل کو نہ چین ہے نہ تسکین ہے، اور محنت کے بحرِ بیکراں میں میرا کام ایک نا ختم ہونے والی کشمکش میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

آج بہار اپنی آہوں اور ہلچل کے ساتھ میری کھڑکی میں سے داخل ہوئی۔ اور شہد کی مکھیاں پھولوں کے باغیچہ میں، اپنا راگ الاپ رہی ہے۔

اب وقت ہے۔ تیرے سامنے چُپ چاپ بیٹھنے کا، اور اِس خاموش اور طویل فرصت میں زندگی کے نچھاور کرنے کے نغمے الاپنے کا۔

۶

اِس ننھّے سے پھُول کو توڑ اور ہاتھ میں لے لے۔ دیر نہ کر! مجھے اندیشہ ہے۔ کہ کہیں یہ پژمُردہ ہو کر خاک میں نہ گِر جائے!۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اِسے تیری مالا میں جگہ نہ ملے، مگر اسے اپنے ہاتھ سے ہمدردی سے چھُو کر اس کی عزّت افزائی کر اور توڑ لے۔ مجھے ڈر ہے۔ کہ کہیں مجھے علم ہونے سے پیشتر ہی دن ختم نہ ہو جائے اور پُوجا کا وقت جاتا رہے!۔

باوجودیکہ اِس کا رنگ خوشنما نہیں۔ اور خوشبو پھیکی ہے۔ تو بھی اِسے اپنی سیوا میں سویکار کر اور وقت رہتے رہتے اِسے توڑ لے!

۷

میرے سنگیت نے اپنی زینتوں کو اُتار پھینکا ہے۔ اُسے اپنی پوشاک اور سجاوٹ پہ کوئی فخر نہیں۔ زیورات ہمارے آپس کے ملاپ میں سدِ راہ ہیں۔ اور میرے اور تیرے درمیان آجاتے ہیں، جن کی جھنکاریں تیری دھیمی آواز دب کر رہ جاتی ہے۔

تیرے سامنے میری شاعری کا جھوٹا غرور شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہے۔ اے شاعرِ عظیم! میں تیرے قدموں پہ بیٹھ گیا ہوں۔ بس مجھے اپنی زندگی کو سیدھا اور سادہ بنانے دے، بانس کی اُس بنسری کی طرح جس میں تیرا مدھر سنگیت گونج سکے!"

۸

وُہ بچّہ جو راجکماروں کی سی پوشاک سے سجایا جاتا ہے، اور جس کے گلے میں موتیوں کی مالا پہنا دی جاتی ہے، اپنے تمام کھیل کا مزہ گنوا بیٹھتا ہے۔ اُس کی پوشاک ہر قدم پر اُسے روکاوٹ ڈالتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو دُنیا سے الگ اس واسطے رکھتا ہے۔ کہ کہیں اُس کی پوشاک خاک سے بدنما یا خراب نہ ہو جائے۔ اور حرکت کرنے تک سے گھبراتا ہے ؛

ماں! اس سج دھج کی قید کا کیا فائدہ۔ اگر یہ کسی کو دھرتی کی صحت بخش خاک سے مستفید ہونے سے روکے رکھتی ہے، اگر یہ مشترکہ انسانی زندگی کی بڑی تماشہ گاہ میں داخل ہونے کے حق پر ڈاکہ ڈالتی ہے ؛؛

۹

اے نادان! کیوں ناحق اپنے آپ کو اپنے کندھوں پر لادنے کی سعی کرتا ہے؟ اے بھیک منگے! اپنے ہی دروازے پر بھیک مانگ رہا ہے؟

تو اپنے تمام بار اُس کے ہاتھ میں سونپ دے، جو برداشت کی طاقت رکھتا ہے۔ اور کبھی بھی پشیمانی سے پیچھے مڑکر نہیں دیکھتا۔ جس دیپک پر تیری ترشنا سانس لیتی ہے، اُسی کی روشنی کو فوراً بجھا دیتی ہے۔ یہ ناپاک ہے۔ اِس کے میلے ہاتھوں سے کوئی نذرانہ قبول نہ کر، صرف اُسے ہی منظور کر جو پوتر پریم سے بھینٹ کیا جائے۔

١٠

پائدان تیرا یہاں ہے۔ اور چرن وہاں، جہاں اتی دین، ہین اور تباہ حال لوگ رہتے ہیں ؛

جب مَیں تیرے ادب کے لئے سر جھکاتا ہوں، تو میرا انمسکار اس گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا۔ جہاں اتی دین، ہین اور برباد لوگوں کے درمیان تیرے چرن ہوتے ہیں ؛

جہاں تُو اتی دین، ہین اور تباہ حال لوگوں کے درمیان نمرتا کی پوشاک پہنے چلتا پھرتا ہے۔ وہاں غرور کبھی بھی نزدیک نہیں پھٹک سکتا ؛

جہاں تُو اتی دین، ہین اور تباہ حال لوگوں کے درمیان بے یار و مددگار کے ساتھ بطور دوست بن کر رہتا ہے، میرا دل وہاں کا راستہ کبھی بھی تلاش نہیں کر سکتا ؛

۱۱

اِس پُوجا پاٹھ، بھجن گان اور مالا کے جاپ کو چھوڑ!

مندر کے تمام دروازے بند کر کے اُس کے اس تاریک کونے میں تو کس کی پرستش کرتا ہے؟ اپنی آنکھیں کھول اور دیکھ، تیرا ایشور تیرے سامنے نہیں ہے!

وُہ تو وہاں ہے۔ جہاں کِسان سخت زمین میں ہل چلا رہا ہے، اور سڑک بنانے والا مزدور پتھر توڑ رہا ہے۔ وہ دھوپ اور بارش میں اُن کے ساتھ ہے اور اُس کے کپڑے گرد سے بھرے پڑے ہیں۔ تو اپنے پوِتر لبادے کو اُتار پھینک۔ اور اس کی طرح ہی گرد آلود زمین پر اُتر آ۔

(نجات!) یہ نجات کہاں حاصل ہوتی ہے؟ ہمارے مالک نے خود خوشی سے دُنیا کے قیود کو اپنے اُوپر سہیڑا ہے۔ وُہ ہم سب کے ساتھ ہمیشہ کے لئے بندھ چکا ہے۔

پُوجا کے پھُول اور سامگری کو ایک طرف رکھ اور اپنی سمادھی سے باہر نکل آ۔ اپنی مالا اور تپسیا کو ایک طرف چھوڑ کر اس دھیان سے باہر نکل آ۔ کیا حرج ہے۔ اگر تیرے کپڑے تار تار اور گرد آلود ہو جاتے ہیں؟ اُس سے مِل اور اُس کے شانہ بشانہ محنت میں پسینہ بہا۔

۶

۱۲

میرا سفر بہت وقت لیتا ہے۔ اور اس کا راستہ لمبا ہے ٭

مَیں اُجالے کی پہلی کرن کیساتھ رتھ پر نکلا تھا۔ اور بہت سے ستاروں اور تاروں پہ اپنے نقش لوک لوکانتروں کے جنگلوں میں سے ہوتا ہُوا چھوڑ آیا ہوں ٭

یہ سب سے طویل راستہ ہے۔ یہی خود بخود تیرے نزدیک آجاتا ہے ہے۔ اور وُہ تعلیم نہایت ہی پیچیدہ ہے۔ جس کے ذریعہ نہایت سادہ نکالا جاسکتا ہے ٭

جیسے مسافروں کو اپنے دروازے تک پہنچنے کیلئے ہر ایک پرائے دروازے کو کھٹکھٹانا پڑتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک کو آخرکار بھیتری مندر تک پہنچنے کیلئے باہر کے تمام لوک لوکانتروں میں گھومنا پڑتا ہے ٭

میری آنکھوں کو دُور دراز تک بھٹکنا پڑا۔ تب کہیں آنکھیں بند کرکے یہ کہہ سکا "تم تو یہیں وراجمان ہو!"

"تم کہاں ہو؟" یہ سوال اور پکار آنسوؤں کی ہزاروں ندیوں کی شکل میں پھیل گیا۔ اور دُنیا کو اس اطمینان کے طوفان میں "کہ میں ہُوں" سمیٹ لیا ٭

۱۳

جس گیت کو گانے کے لئے میں آیا تھا۔ وہ آج تک نہیں گایا گیا۔
میں نے اپنے دن اپنے باجے کے تاروں کو ٹھیک ٹھاک کرنے میں
گزار دیئے۔ تال ٹھیک نہ ہو پایا۔ اور شبد بھی ٹھیک نہیں بیٹھے میرے
دل میں صرف ابھلاشا کی تیتر ناویدنا ہے۔
کلی نہیں کھلی ہے۔ صرف اس کے نزدیک آہیں بھر رہی ہے۔
میں نے ان کا مکھ نہیں دیکھا ہے۔ اور نہ ان کا کنٹھ سور دھیان
سے سنا ہے۔ میں نے تو گھر کے سامنے والی سڑک سے ان کے پاؤں
کی آہٹ ماتر سن پائی ہے۔ سارا دن آسن بچھانے میں گزر گیا لیکن
چراغ نہ جلا سکا۔ کہو، اب ان کو گھر میں کیسے بلاؤں؟
میں ان سے ملنے کی امید میں جی رہا ہوں، لیکن اب تک بھینٹ
نہیں ہوئی۔

۱۴

میری کامنائیں انیک ہیں اور میری پکار درد ناک ہے۔ لیکن سخت انکاروں کے ذریعہ تو نے مجھے سدا بچایا ہے۔ تیری یہ اپار کرپا میرے جیون میں لوٹ پوٹ ہو رہی ہے۔ بیشتر خواہشات کی تکلیفوں سے بچا کر ہر روز تو مجھے بنا مانگے دئے تھے، جیسے یہ آکاش پرکاش، تن، من اور پران۔ کبھی کبھی میں سستی سے پیچھے رہ جاتا ہوں۔ اور پھر جب جاگتا ہوں تو اپنی منزلِ مقصود کی تلاش میں دوڑ پڑتا ہوں۔ لیکن تو ضد سے اپنے آپ کو چھپا لیتا ہے ؎

نربل اور انشچت کامنا کے سنکٹوں سے بچا کر اسویکاروں دوار تو مجھے اپنی پورن سویکرتی کے یوگیہ بنا رہا ہے ؎

۱۵

میں تیرے گیت گانے کو یہاں حاضر ہوں۔ تیرے اِس مندر کے ایک کونے میں میرا استھان ہے۔ تیری دُنیا میں مجھے کوئی کام نہیں کرنا ہے۔ میرے بےکار جیون سے کچھ تانیں کبھی کبھی بے مطلب نکل سکتی ہیں ؂

آدھی رات کے اندھیرے مندر میں جب تیری اُپاسنا کا گھنٹہ بجے، تب مجھے گانے کے لئے اپنے سامنے کھڑا ہونے کی آگیا پردان کرنا! ؂

پربھات وایو میں جب سُنہری بینا کا سُر ملایا جاتا ہے، تب اپنی سیوا میں حاضر ہونے کی آگیا دے کر میرا مان کر ؂

١٦

اِس جگت کے میلے میں مجھے نمنترن (دعوت نامہ) پراپت ہوا اور اس پرکار میرا جیون سپھل ہوا ہے۔ میری آنکھیں دیکھ چکی ہیں۔ اور میرے کان سُن چکے ہیں ٭

اِس میلے میں بینا بجانے کا کام مجھے سونپا گیا تھا۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکا میں نے کیا۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا انت میں وہ سمیہ آگیا ہے۔ کہ مندر میں جاکر تیرے مکھار بند کا درشن کروں، اور اپنا نیرو نمسکار تجھے سمرپت کروں ٭

۱۷

انت میں پریم کے کر کملوں میں اپنے آپ کو نچھاور کرنے کے لئے کیول میں اُس کی انتظار کر رہا ہوں۔ اِسی سے اِتنی دیر ہوئی ہے۔ اور اسی سے اتنی خامیاں ہوئی ہیں ۔

لوگ اپنے رواجوں اور بندھنوں میں مجھے جکڑنے کے لئے آتے ہیں۔ لیکن میں اُنہیں سدا ٹال دیتا ہوں۔ کیونکہ میں تو صرف پریم کے کر کملوں میں اپنے آپ کو نچھاور کرنے کے لئے اُس کی انتظار کر رہا ہوں۔

لوگ مجھ پر الزام لگاتے ہیں۔ اور مجھے لاپرواہ کہتے ہیں۔ بلا شبہ اُن کا الزام لگانا ٹھیک ہے ۔

بازار کا وقت ختم ہو گیا۔ اور بیوپاریوں کا کام بھی ساتھ ہی ختم ہو گیا جو مجھے فضول بلانے آئے تھے ناراض ہو کر لوٹے۔ انت میں پریم کے کر کملوں میں اپنے آپ کو نچھاور کرنے کے لئے میں کیول اُس کی انتظار کر رہا ہوں ۔

۱۸

بادل پہ بادل اُمڈ رہے ہیں۔ اور اندھیرا ہوتا جاتا ہے۔ اے پریم!۔ تو نے مجھے دوار کے باہر بالکل اکیلا کیوں بیٹھا رکھا ہے؟
دوپہر میں کام کاج کے وقت میں لوگوں کے ساتھ رہتا ہوں۔
لیکن آج اس تاریکی میں میں کیول تیری ہی آشا کرتا ہوں۔
اگر تو مجھے اپنا مکھ نہ دکھلائے گا۔ اور مجھے بالکل ایک طرف چھوڑ دے گا۔ تو نہ معلوم ورشا کی یہ لمبی گھڑیاں کیسے کٹیں گی!۔
میں آسمان پر دُور چھائی ہوئی دھند پر ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا ہوں اور میرا چت چنچل ہوا کے ساتھ ولاپ کرتا ہوا بھٹک رہا ہے۔

۱۹

پیارے! اگر تُو نہ بولے گا۔ تو مَیں اپنے دِل کو تیری خاموشی سے بھر لُوں گا۔ اور اُسے برداشت کرُوں گا۔ مَیں چُپ چاپ پڑا رہُوں گا۔ اور تاروں سے بھری اور خاموشی سے اپنا سر جھکائے ہُوئے رات کی طرح انتظار کرُوں گا۔

بے شک صبح کی آمد ہوگی۔ اور اندھیرے کا خاتمہ ہوگا۔ اور تیری آواز کی سُنہری لہریں آسمان کو چیر کر نیچے کی طرف بہیں گی۔

تب میرے پرندوں کے ہر ایک گھونسلے سے تیرے الفاظ گیتوں کی شکل میں اُڑیں گے۔ اور میرے سب کُنجوں میں تیرے سُریلے گیت پھول بن کر کھِل اُٹھیں گے۔

۲۰

جس دن کنول کھِلا، افسوس کہ میرا دل چنچل ہو رہا تھا، اور مَیں نے اُسے جانا ہی نہیں۔ میری ٹوکری خالی تھی۔ اور پھُول کی طرف میرا دھیان ہی نہیں گیا۔

کبھی کبھی میرے دِل پر اُداسی چھا جاتی تھی۔ اور اپنے خواب سے چونک اُٹھتا تھا۔ اور سمندر کی ہوا میں ایک عجیب مہک کی مٹھاس محسوس کرتا تھا۔

اُس ہلکی اور میٹھی مہک نے میرے دل میں تمنّا کی ایک ٹیس پیدا کر دی۔ اور مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہ بہار کی چنچل ہوا ہے۔ جو اپنے آپ کو اپنے اصلی رنگ میں لانے کی کوشش میں ہے۔ مَیں تب نہیں جانتا تھا۔ کہ وہ اس قدر نزدیک ہے۔ اور کہ وہ میری ہے۔ اور یہ مٹھاس میرے ہی دِل کی گہرائیوں میں سے کھِل اُٹھی ہے۔

۲۱

اس دفعہ میں اپنی نوکا کو سمندر میں ضرور اتاروں گا۔ ساحل پر ہی سستی میں میرا وقت گزر جاتا ہے۔ واقعی میرے لئے یہ قابلِ افسوس بات ہے!

بسنت کی بہار ہو چکی۔ اور وہ گزر رہا ہے۔ اب میں مرجھائے ہوئے پھولوں کے بوجھ کو لئے رکا پڑا ہوں۔

لہروں میں تلاطم برپا ہے۔ اور کنارے پر سایہ دار پگڈنڈی پر پیلی پتیاں جھڑ جھڑ کر گر رہی ہیں۔

کس خلا کی طرف تم تاک رہے ہو؟ کیا تم ہوا میں اڑتے ہوئے سرور کو محسوس نہیں کرتے۔ جو اپنی آغوش میں اُس پار سے گائے ہوئے نغمہ کی سروں کو بہا کر لا رہا ہے۔

۲۲

برستے ہوئے ساون کی گھنی چھایا میں دبے پاؤں رات کی خاموشی کی طرح سب پہرہ داروں سے آنکھ بچاتا ہوا تو چلتا ہے۔

سنسناتی ہوئی مشرقی ہوا کی لگاتار پکاروں کی طرف سے لاپرواہ ہو کر آج صبح نے اپنی آنکھیں موند لی ہیں۔ اور ایک گھنا گھور گھٹا کا گھونگھٹ ہمیشہ جاگتے ہوئے نیلے آسمان پر پڑ گیا ہے۔

جنگلوں نے گیت گانا بند کر دیا ہے۔ ہر گھر کے دوار بند ہیں اس ویران راستے کا تو ہی ایک مسافر ہے۔ اے میرے واحد دوست! میرے پریتم! میرے گھر کے پھاٹک کھلے ہیں۔ خواب کی طرح پاس سے نہ نکل جانا۔

۲۳

کیا تو اس طوفانی رات میں اپنی پریم یاترا کے لئے باہر نکلا ہے؟
میرے دوست! - آسمان ایک مایوس انسان کی طرح آہ و زاری
کر رہا ہے! ؟

مجھے آج نیند نہیں - رہ رہ کر میں دروازہ کھولتا ہوں - اور
تاریکی میں باہر کی طرف دیکھتا ہوں دوست! -
سامنے کچھ دکھائی نہیں دیتا - میں حیران ہوں - کہ تیرا راستہ
کدھر ہے؟

اے دوست! - کوئلے کی مانند کالی ندی کے کس دھندلے کنارے
سے ڈراؤنے جنگل کی دور دشا سے اندھیرے کی کس اتھاہ گہرائی
سے ہو کر میرے پاس آنے کے لئے تو اپنے راستے پر ٹوہ ٹوہ کر پاؤں
رکھ رہا ہے؟ -

۲۴

اگر دِن گزر گیا ہے اور پرندوں نے چہچہانا بند کر دیا ہے۔ اور اگر ہوا مدھم پڑ گئی ہے۔ تو تاریکی کا بھاری پردہ میرے اُوپر ویسے ہی ڈال دے، جیسے تُو نے زمین کو نیند کی چادر اوڑھائی ہے۔ اور مُرجھائے ہوئے کنول کی پنکھڑیوں کو شام کے وقت بڑی نرمی کے ساتھ بند کر دیا ہے ؏

اُس مسافر کی غریبی اور شرمیلے پن کو دُور کر اور اپنی دیا مئی رات کے آسرے میں اُسے پھُول کی طرح نئی زندگی عطا کر، جو تھک کر چُور ہو گیا ہے۔ جس کے کپڑے پھٹ کر تار تار اور گرد آلود ہو گئے ہیں۔ اور جس کی سفر کی ضروریاتِ سفر ختم ہونے سے پیشتر ہی ختم ہو گئی ہیں ؏

۲۵

تھکاوٹ کی رات میں تجھ پر بھروسہ کر کے بنا ہاتھ پاؤں ہلائے مجھے اپنے آپ کو نیند کی آغوش میں جانے دے ؛

مجھے اپنے تھکے ماندے دل سے غیر مکمل تیاری کے ساتھ اپنی پوجا نہ کرنے دے۔ جاگتے وقت کے نوین آنند کو دوبارہ عطا کرنے کے لئے تو ہی دن کی تھکی ہوئی آنکھوں پر رات کا پردہ ڈال دیتا ہے ؛

۲۶

وُہ آیا۔ اور میرے پاس بیٹھ گیا۔ لیکن میں نہ جاگا۔ مجھ بدقسمت کی اُس نیند پر لعنت ہے!۔

وُہ ایسے وقت آیا۔ جب رات کا سناٹا تھا۔ اُس کی بینا اُس کے ہاتھوں میں تھی۔ اُس کی مدھر راگنیوں سے میرا خواب گونجنے لگا۔

ہائے! میری راتیں اس طرح کیوں ضائع جاتی ہیں۔ ارے! میں اُس کے درشن سے کیوں محروم رہتا ہوں۔ جس کی سانس میرے سانس سے چھُو کر رہ جاتی ہے۔

۲۷

اُجالا! ارے کہاں ہے اُجالا؟ اِسے رغبت کی دہکتی ہوئی آگ سے مُشتعل کرو۔ وہاں چراغ ہے لیکن اس میں شعلہ کی جھلملاہٹ نہیں اے میرے دل! کیا تیری ایسی قسمت ہے؟ ارے اس سے تو تیرے لئے موت کہیں بہتر ہوتی!۔

غربت تیرے دروازے کو کھٹکھٹاتی ہے۔ اور اس کا پیغام یہ ہے کہ تیرا مالک جاگتا ہے۔ اور رات کی تاریکی میں وہ تجھے محبت کی ملاقات کے لئے بُلا رہا ہے۔

آسمان ابر آلودہ ہے۔ اور نہ تھمنے والی بارش ہو رہی ہے۔ اور مجھے علم نہیں ہوتا کہ یہ کیا ہے جو میرے اندر حرکت کرتا ہے؟ میں اس کا مطلب نہیں سمجھتا۔ بجلی کی لمحہ بھر کی دمک میری آنکھوں پر سخت تاریکی پھیلا دیتی ہے۔ اور میرا دل اس راستہ کی تلاش کرتا ہے جہاں سے رات کا نغمہ مجھے بُلاتا ہے۔

اُجالا! ارے کہاں ہے اُجالا؟ اسے رغبت کی دہکتی ہوئی آگ سے مشتعل کرو۔ یہ گرجتا ہے اور خلا میں سنسناتی ہوئی ہوا دوڑتی ہے۔

رات کالے پتھر کی طرح کالی ہے۔ تاریکی میں وقت کو نہ گزرنے دو۔ تو اپنی زندگی سے چراغِ محبت کو مشتعل کرو۔

۲۸

بیڑیاں بڑی زبردست ہیں۔ لیکن میرے دل کو بڑا دُکھ ہوتا ہے جب میں اُن کے توڑنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مجھے صرف آزادی کی تمنّا ہے، لیکن اُس کی چاہ کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے ؁

مجھے یہ یقین ہے۔ کہ تو بے بہا دولت کا مالک ہے۔ اور تو میرا واحد دوست ہے۔ لیکن مجھے اتنی جرأت نہیں۔ کہ میں جھوٹے نمائشی سامان کو جس سے میرا کمرہ بھرا پڑا ہے، نکال باہر پھینک دُوں ؁

میں نے جس چادر کو اوڑھا ہے۔ وُہ خاک اور موت کی چادر ہے۔ میں اس سے نفرت کرتا ہوں۔ تو بھی محبت سے اُسے گلے لگاتا ہوں۔

میرے قرضے بھاری ہیں۔ میری بڑی خطائیں ہیں۔ میرا گناہ بھاری اور پوشیدہ ہے۔ تو بھی جب میں اپنی بھلائی کے لئے دُعا کرنے آتا ہوں۔ تو میں اس خوف سے کانپ اُٹھتا ہوں۔ کہ کہیں میری یہ دُعا قبول نہ ہو جائے!۔"

۲۹

جسے میں اپنے نام سے موسوم کرتا ہوں، وہ اس قید خانہ میں رو رہا ہے۔ میں ہمیشہ اس کے ارد گرد دیوار بنانے میں مصروف رہتا ہوں، اور جوں جوں یہ دیوار آسمان کی طرف اٹھتی جاتی ہے۔ توں توں میری اصلیت اس کے تاریک سایہ میں میری نظر سے اوجھل ہوتی جاتی ہے۔

میں اس دیوار پر فخر کرتا ہوں۔ اور مٹی و ریت کا گارا اس پر چڑھاتا ہوں۔ کہ کہیں اس ناموری میں کوئی ذرا سا بھی سوراخ نہ رہ جائے۔ اور اس تمام کوشش کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ میری اصلیت میری نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔

۳۰

تجھ سے ملنے کے لئے مَیں اکیلا نکلا تھا۔ لیکن یہ کون ہے۔ جو سُنسان تاریکی میں میرے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے؟۔

اُس سے بچنے کے لئے مَیں اِدھر اُدھر ہٹ جاتا ہوں لیکن میں اُس سے بچ نہیں پاتا۔

وُہ اپنی مغرور چال چلتا ہوا زمین سے گرد اُڑاتا ہے۔ وُہ میرے ہر ایک لفظ کے ساتھ زور سے بول اُٹھتا ہے۔

وہ میرا ہی ناچیز دل ہے میرے مالک!۔ شرم اُسے چھُو تک نہیں گئی۔ لیکن مجھے اُس کے ساتھ تیرے دروازے پر آتے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔

۳۱

"قیدی! مجھے یہ تو بتا۔ کہ تجھے کس نے باندھا؟" قیدی نے کہا:۔ "میرے مالک نے مجھے باندھا ہے۔ میں نے سوچا تھا۔ کہ دنیا میں طاقت اور دولت میں سب سے آگے نکل سکتا ہوں۔ اور میں نے اپنے ہی خزانہ میں اُس روپیہ کو بھی جمع کر لیا۔ جو مجھے راجہ کو دینا چاہیے تھا جب میں نیند کے بس ہوا۔ تو اُس کھاٹ پر لیٹ گیا۔ جو میرے مالک کی تھی۔ اور جاگنے پر مجھے معلوم ہوا کہ میں اپنے ہی خزانہ کا قیدی ہوں"۔

"قیدی! مجھے یہ تو بتا۔ کہ اس مضبوط ہتھکڑی کو کس نے تجھے پہنایا؟" قیدی نے جواب دیا:۔ "میں نے بذاتِ خود بڑی کوشش سے اِس ہتھکڑی کو بنایا ہے۔ میں سوچتا تھا۔ کہ میرا زبردست دبدبہ ساری دنیا کو قیدی بنا لے گا۔ اور اکیلا میں ہی شانتی کے ساتھ آزادی کو بھوگوں گا۔ اِس لئے رات دن انتھک محنت کر کے بڑی بڑی بھٹیوں اور ہتھوڑوں کے ذریعہ اس ہتھکڑی کے بنانے میں مشغول رہا۔ انت میں جب کام ختم ہوا۔ اور کڑیاں مکمل اور مضبوط ہو گئیں۔ تو مجھے معلوم ہوا۔ کہ اُس نے مجھے خوب جکڑ لیا ہے"۔

۳۲

سنساری لوگوں کا پریم مجھے سب طرح سے باندھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور میری آزادی کا چھین لینا ہے۔ لیکن تیرا پریم، جو اُن کے پریم سے بڑھ کر ہے، نرالا ہے۔ وہ مجھے غلامی کی بیڑی میں نہیں باندھتا بلکہ مجھے آزاد رکھتا ہے ۔

وہ مجھے اکیلا نہیں چھوڑتے۔ کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں۔ لیکن ایک ایک کر کے دن بیتتے جاتے ہیں۔ اور تو دکھائی نہیں دیتا۔

اگر میں اپنی پرارتھناؤں میں تجھے نہیں پکارتا، اگر اپنے دل میں تجھے جگہ نہیں دیتا، تو اس کے باوجود میری محبت حاصل کرنے کے لئے تیری محبت میرا انتظار کرتی ہے ۔

۴۳

دن کے وقت وہ میرے گھر میں آئے اور کہنے لگے "ہمیں اپنے یہاں رہنے دو۔ ہم ذرا سی جگہ میں اپنا گزارہ کر لیں گے!"

انہوں نے کہا — "ایشور کی پوجا میں ہم تمہاری مدد کریں گے اور اس کے کرم میں سے صرف اپنا حصّہ انکساری سے منظور کریں گے" یہ کہہ کر وہ ایک کونے میں چُپ چاپ اور مسکین بن کر بیٹھ گئے۔

لیکن اب میں دیکھتا ہوں۔ کہ رات کی تاریکی میں وہ زبردستی میرے پوتر مندر میں گھس آتے ہیں۔ اور ناپاک لالچ سے میرے پرمیشور کی ویدی سے چڑھاووں کو چھین کر لے جاتے ہیں۔

۳۴

مجھ میں اپنا پن صرف اتنا رہنے دو۔ جس سے میں یہ کہہ سکوں۔ کہ تم ہی میرے سب کچھ ہو ۞

میرے اندر صرف اتنا ہی جذبہ رہنے دے جس سے میں ہر طرف تجھے محسوس کر سکوں، ہر چیز میں تجھے پا سکوں۔ اور ہر گھڑی اپنا پریم تجھ پر نچھاور کر سکوں ۞

مجھے صرف اس لائق رہنے دے۔ کہ جس سے میں تجھے کبھی نہ چھپا سکوں ۞

میری ہتھکڑی کا صرف اتنا حصّہ رہنے دے جس سے میں تیری مرضی کے ساتھ بندھا رہوں۔ اور اپنی زندگی میں تیرے مقصد کو پورا کر سکوں۔ اور وہ تیرے پریم کا بندھن ہے ۞

۳۵

جہاں دِل بے خوف رہتا ہے، جہاں سر اُونچا رہتا ہے جہاں علم کی آزادی ہے، جہاں تنگ گھریلو دیواروں سے دُنیا کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر دئے گئے، جہاں الفاظ سچائی کی عمیق گہرائی سے نکلتے ہیں، جہاں انتھک پُرشارتھ اپنی بھُجاؤں کو پُورنتا کی طرف بڑھاتا ہے، جہاں دلیل بازی کے صاف دریا میں اپنے راستہ کو دقیانوسی رسم ورواج کے خوفناک ریگستان میں برباد نہیں کر دیا جاتا ہے، جہاں من سدا ترقی پسند خیالات اور کاموں کی طرف راغب رہتا ہے، اُس آزادی کے بہشت میں اے میرے پتا! میرا دیش جاگے!۔"

۳۶

ہے پربھو! میری تجھ سے یہ پرارتھنا ہے۔ کہ میرے دل کی دریدرتا کو جڑ سے اکھاڑ ؞

وہ طاقت دے جس سے مَیں سُکھ اور دُکھ کو آسانی سے ہی برداشت کر سکوں ؞

مجھے یہ طاقت دے جس سے مَیں اپنے پریم کو سیوا اور اپکار کے ذریعہ سپھل کر سکوں ؞

مجھے وہ طاقت دے۔ جس سے مَیں دین دُکھیوں سے کبھی کنارہ کشی نہ کروں۔ اور اپنے گھٹنوں کو مغرور ہستیوں کے سامنے کبھی نہ جھکاؤں ؞

مجھے وہ طاقت دے جس سے میں اپنے من کو ہر روز کی معمولی باتوں سے بہت اُوپر رکھوں ؞

مجھے وہ طاقت دے جس سے مَیں اپنی طاقت کو پریم کے ساتھ تیری رضا کے تابع کر سکوں ؞

۳۷

میں نے سوچا تھا۔ کہ میری طاقت کے آخری مرحلہ پر میرا سفر اپنے خاتمہ پر آگیا ہے ——— کیونکہ میرا راستہ آگے سے بند تھا۔ اور کھانے پینے کا سامان ختم ہوگیا تھا۔ اور شانتی کے ایکانت میں شرن لینے کا وقت آگیا ہے ؛

لیکن میں دیکھتا ہوں۔ کہ مجھ میں تیری چاہ کا انت نہیں ہوتا اور جب پرانے الفاظ زبان پہ آکر مر جاتے ہیں، تو دل سے نئے نغمے باہر پھوٹ پڑتے ہیں۔ جہاں پرانے راستے نہیں ملتے۔ وہاں نئی دنیا اپنی نیرنگیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے ؛

۳۸

مجھے تیری چاہ ہے۔ اور صرف تیری چاہ۔ میرا دل سدا یہی کہتا رہے۔ ساری اِچھائیں جو رات دن میرے چت کو چنچل رکھتی ہیں جھوٹی اور فضول ہیں۔

جس طرح رات اپنی تاریکی میں روشنی کے لئے کی گئی پرارتھنا کو چھپائے رکھتی ہے۔ اُسی طرح میری بے خبری کی حالت میں بھی میرے دل کے اندر سے یہ صدا اُٹھتی ہے۔ کہ مجھے تیری چاہ ہے اور صرف تیری چاہ!۔

جب طوفان سکون پر اپنی چوٹ کرتا ہے، اُس وقت بھی وہ اپنا آسرا سکون میں تلاش کرتا ہے۔ ٹھیک اُسی طرح میری سرکشی تمہاری محبت پر چوٹ کرتی ہے۔ پھر بھی اُس سے یہی ایک صدا نکلتی ہے۔ کہ مجھے تیری چاہ ہے۔ اور صرف تیری چاہ!

۳۹

جب میرا دِل سخت اور خشک ہو جائے۔ تو میرے اُوپر رحم کی جھڑی لے کر آ ٭

جب میری زِندگی بدمزہ ہو جائے۔ تو اُس میں سُریلی تانیں پھونک ٭

جب دُنیاوی کام کاج کا شور و غل تمام اطراف میں اِتنا مچے۔ کہ میں سب سے الگ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لُوں۔ تو ہے ناتھ! میرے پاس سُکھ اور شانتی کے ساتھ آ ٭

جب میرا کنگال دل دین ہین ہو کر ایک تنہائی میں بیٹھ جائے تو اے میرے راجہ!۔ دروازہ کھول کر راجاؤں کی سی شان کے ساتھ پدھار!۔

جب خواہشات اپنی مایا اور گرد سے دِل کو اندھا کر دیں۔ تو ہے شُدھ اور چیتین پربھو!۔ آپ اپنے پرکاش اور گرجنا کے ساتھ آ ٭

۴۰

ہے پربھوا۔میرے خشک دِل پر تیری ورشا ہوئے بہت دن بیت چکے ہیں۔آسمان بے طرح ننگا ہے۔ہلکے سے بادل کا پتلا سا بھی پردہ نہیں ہے۔اور نہ ہی دُور کبھی ہونے والی بارش کا کوئی آثار۔اگر تو چاہے۔تو زبردست طوفان برپا کر دے۔جو کہ موت کی طرح خوفناک ہو۔اور بجلی کی چمک سے آسمان کو ایک کونے سے دُوسرے کونے تک ہلا دے۔مگر میرے مالک!۔اِس ظالم، تند اور تیز گرمی کو جو خاموشی سے چھائی ہوئی ہے، ضرور سمیٹ لے جو کہ دل کو مایوسی سے جلا رہی ہے!۔

جیسے پِتا کے ناراض ہونے پر ماں اپنے بچے کی طرف آنسو بھری آنکھوں سے دیکھتی ہے، ویسے ہی تو کرم کے بادلوں کو مجھ پر برسنے دے ؟

۴۱

ہے پریتم! تو اپنے آپ کو چھپائے سب سے پیچھے کہاں کھڑا ہے؟۔ لوگ تجھے کچھ نہیں سمجھتے اور گرد سے بھری سڑک پر تجھے روندتے ہوئے تیرے پاس سے نکل جاتے ہیں۔ میں پوجا کی سامگری سجا کر گھنٹوں تیری راہ دیکھتی ہوں۔ مسافر آتے ہیں۔ اور میرے پھولوں کو ایک ایک کر کے لے جاتے ہیں میری ٹوکری قریباً خالی ہو چکی ہے؀

صبح گزر گئی۔ اور دوپہر بھی نکل گئی۔ شام کے اندھیرے میں میری آنکھوں میں نیند آرہی ہے۔ اپنے اپنے گھروں کو جانے والے میری طرف دیکھتے ہیں اور مسکراتے ہیں۔ اور مجھے شرمسار کرتے ہیں۔ میں ایک بھکارن لڑکی کی طرح اپنے چہرہ پر آنچل ڈال کر بیٹھی ہوں۔ اور جب وہ مجھ سے پوچھتے ہیں۔ کہ تو کیا چاہتی ہے۔ تو میں اپنی آنکھیں نیچے کر لیتی ہوں۔ اور انہیں جواب نہیں دیتی؀

ہائے! میں ان سے کیسے کہوں۔ کہ میں ان کا راستہ دیکھ رہی ہوں۔ انہوں نے آنے کا وعدہ کیا ہے؀

شرم کے مارے میں کیسے کہوں۔ کہ یہ غربت ہی میں نے بھینٹ

کے لئے رکھی ہے ؟

اہوا۔ میں نے اس غرور کو اپنے دل میں چھپا رکھا ہے میں گھاس پر بیٹھی ہوئی اُمید بھری آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھتی ہوں ۔ اور تیرے اچانک آجانے کی شان کا خواب دیکھتی ہوں ۔ خواب میں سب دیپک جل رہے ہیں ۔ تیرے رتھ پر سنہری جھنڈیاں لہرا رہی ہیں ۔ اور لوگ راستہ میں یہ دیکھ کر کھڑے حیران رہ جاتے ہیں ۔ کہ تو اس پھٹے پرانے کپڑوں کو پہننے والی بھکارن لڑکی کو گرد پر سے اُٹھانے کے لئے اپنے رتھ پر سے اُترتا ہے ۔ اور اُسے اپنے پاس بٹھاتا ہے ۔ جو حیا اور غرور کی وجہ سے ہوا کے جھونکے میں ایک بیل کی طرح کانپ رہی ہے ۔

وقت گزرتا جاتا ہے ۔ اور تیرے رتھ کے پہیوں کی کوئی آواز اب تک سنائی نہیں دیتی ۔ بہت سے جلوس بڑی دھوم دھام اور چمک دمک کے ساتھ نکلتے جاتے ہیں ۔ کیا تو ہی سب کے پیچھے سایہ کے نیچے چپ چاپ کھڑا رہے گا ؟ اور کیا صرف میں ہی کھڑی انتظار کرتی رہوں گی ۔ اور لاحاصل خواہش کے زیرِ اثر ہو ۔ اور رو رو کر اپنے دل کو ہلکان کروں گی ؟

۴۲

صبح ہی یہ طے پایا تھا۔ کہ ہم دونوں —— تُو اور میں —— ایک کشتی میں سوار ہو کر چلیں گے۔ اور دُنیا میں کسی کو ہمارے اس سفر کا —— جس کی منزل نا معلوم ہے —— پتہ نہ چلے گا۔

اُس اپار ساگر میں تیرے شانت چِت ہو کر سُننے اور تیری میٹھی مُسکراہٹ کو دیکھ کر میرے معمولی گیت لہروں کی طرح آزاد اور الفاظ کی قید سے بے نیاز ہو کر نغموں میں تبدیل ہو جائیں گے۔

کیا یہ وقت ابھی نہیں آیا ہے؟ کیا ابھی کچھ کام کرنے باقی ہیں؟ یہ دیکھو کنارے پر اندھیرا ہونے لگا۔ اور شام کے دُھندلے پن میں سمندر کے پنچھی اُڑ اُڑ کر اپنے گھونسلوں کو جا رہے ہیں۔

نہ معلوم زنجیریں کب کُھل جائیں۔ اور نہ جانے سورج غروب ہونے کی آخری جھلملاہٹ کی طرح یہ کشتی رات کی تاریکی میں کب گُم ہو جائے۔

۴۳

ایک دن وہ تھا جب میں تیرے لئے تیار نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود ہے میرے سوامی! ایک معمولی آدمی کی طرح میرے بن بلائے اور میرے بنا جانے تو نے میرے ہردیہ میں پرویش کیا۔ اور میرے جیون کے چند فانی لمحوں کو اُن پر اپنی مہر ثبت کر کے لافانی بنا دیا۔ اور تیرے دستخط دیکھتا ہوں۔ تو پتہ لگتا ہے۔ کہ وہ لمحے بھولے ہوئے دنوں کی خوشی اور غمی کے واقعات کی یاد کے ساتھ بکھرے اور بھلائے ہوئے پڑے ہیں ؂

مجھے لڑکپن کے کھیل کھیلتے ہوئے دیکھ کر تو نے نفرت سے اپنا منہ نہیں پھیرا تھا۔ تیرے جن قدموں کی آہٹ میں نے اپنے کھیل کے میدان سے سُنی تھی، آج انہی کی گونج تارتار میں سنائی دے رہی ہے ؂

۴۴

سڑک کے کنارے یہاں اُجالے کے پیچھے تاریکی ہوتی ہے اور گرمی کے پیچھے برسات ہوتی ہے، تیری راہ دیکھتے اور انتظار کرتے مجھے بڑا آنند ہوتا ہے ؛

قاصد نامعلوم خطوں سے خوشخبری لاکر مجھے دِکھائی دیتے ہیں۔ اور تیزی سے اپنے راستہ پر چلے جاتے ہیں۔ میرا دل اندر ہی اندر خوش ہوتا ہے۔ اور چل رہی ہوا خوشبو سے بھرپور محسوس ہوتی ہے ؛

صبح سے لے کر شام تک اپنے دروازے کے سامنے بیٹھا رہتا ہوں۔ اور میرا وشواس ہے۔ کہ اچانک سُکھ کی وہ گھڑی آئے گی، جب مجھے اُس کے درشن ہوں گے ؛

اِس عرصہ میں میں اکیلا ہنستا اور گاتا ہوں۔ اور اِس عرصہ میں وعدہ کی خوشبو سے ہوا پُر ہوتی دیکھتا ہوں ؛

۴۵

کیا تم نے اُس کے قدموں کی دھیمی آہٹ نہیں سُنی ہے؟۔ وُہ آتا ہے، آتا ہے اور ہمیشہ آتا ہے ٭

ہر گھڑی، ہر وقت اور ہر رات وُہ آتا ہے، آتا ہے، اور ہمیشہ آتا ہے۔ مَیں نے اپنے دل کی مختلف کیفیتوں میں کئی قسم کے گیت گائے ہیں۔ لیکن اُن کی سب تانوں سے یہ صدا نکلتی ہے۔ وُہ آتا ہے۔ آتا ہے۔ اور ہمیشہ آتا ہے ٭

یہ اُسی کے قدم ہیں۔ جو رنج و غم میں میرے دِل کو دباتے ہیں۔ اور یہ اُسی کے قدموں کی سُنہری مَس ہے۔ جو میرے دل کی خوشی کو دوبالا کرتی ہے ٭

۴۶

مَیں نہیں جانتا۔ کہ تو کتنی دیر سے مُجھ سے ملنے کے لئے میرے نزدیک لگاتار آ رہا ہے۔ تیرے سورج اور تارے تجھے ہمیشہ کے لئے مجھ سے نہیں چھپا سکتے۔

کئی دفعہ دِن کو اور شام کو تیرے قدموں کی آہٹ سُن چکا ہوں۔ اور تیرے قاصد نے میرے دِل میں آ کر مجھے چپ چاپ بُلایا ہے۔

مَیں نہیں جانتا۔ کہ میری زندگی میں آج ہلچل کیوں ہے۔ اور انتہائی مسرّت کی ایک لہر دِل میں کیوں دوڑ رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب کام کاج بند کرنے کا وقت آن پہنچا ہے۔ مَیں ہواؤں میں تمہاری مدھر آگمن کی بھینی بھینی خوشبو محسوس کرتا ہوں۔

۵۷

اُس کی راہ دیکھتے ہوئے تقریباً ساری رات یونہی گزر گئی ۔

مجھے ڈر ہے۔ کہ جب میں تھک کر سو جاؤں۔ تو کہیں وہ اچانک میرے دروازے پر نہ آجائے۔ دوستو! اُس کے آنے کے لئے راستہ کھُلا چھوڑ دو۔ اُسے منع نہ کرنا ۔

اگر اُس کے قدموں کی آواز سے میری نیند نہ کھُلے، تو براہِ مہربانی مجھے جگانا مت۔ مَیں پرندوں کی چہچہاہٹ اور ہوا کے شور و غُل سے صُبح کی روشنی کے جشن میں نیند سے بیدار ہونا نہیں چاہتا ۔

اگر میرا مالک میرے دروازے پر اچانک آ بھی جائے تو بھی آرام سے مجھے سونے دینا ۔

مَیں صبح کی روشنی کے جشن میں چہچہاتے ہوئے پرندوں اور ہوا کے ہنگامے سے بیدار ہونا نہیں چاہتا ۔

میری نیند! پیاری نیند! تو رخصت ہونے کے لئے اُس کی دستک کی انتظار میں ہے ۔

اے میری بند آنکھو! تم تو اپنی پلکوں کو اُس کی مسکراہٹ کی روشنی میں کھولوگی ۔

سب جیوتیوں اور سب رُوپوں میں سب سے پہلے میری نظر اُس پر پڑنے دو۔ میری جاگرت آتما میں آنند کی سب سے پہلی لہر اُسی کی جھلک سے پیدا ہونے دو۔

اور جُوں ہی مَیں اپنے آپ کو پہچان سکوُں، ویسے ہی میں اُن کو بھی پہچان لوُں، جب وہ سوپن کی طرح نیند کے اندھکار میں سے نکل کر میرے سامنے آکھڑا ہو گا۔

۴۸

شانتی کا پربھات رُوپی سمندر پرندوں کے سنگیت کی ترنگوں میں پھوٹ پڑا۔ راہ کے کنارے پھُول خوشی میں جھُوم رہے تھے اور سنہری کرنیں بادلوں کی درازوں سے نکل کر اِدھر اُدھر چھٹکی ہوئی تھیں۔ لیکن ہم اپنی ہی دُھن میں چلتے گئے اور اُس طرف کوئی دھیان نہ دیا۔

ہم نے خوشی کے کوئی گیت نہیں گائے۔ اور نہ ہی کوئی کھیل کود کی۔ ہم گاؤں کی منڈی میں بھی نہ گئے۔ اور ہمارے مُنہ پر نہ مُسکراہٹ تھی۔ اور نہ الفاظ۔ ہم سیدھے اپنی راہ پر چلے جا رہے تھے اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے قدم تیزی سے اُٹھ رہے تھے۔

سُورج سر پر آچکا تھا۔ اور پرندے سایہ میں چھپ رہے تھے۔ دوپہر کے گرم جھونکوں میں مرجھائی ہوئی پتیاں اٹھکیلیاں کر رہی تھیں۔

چرواہا بڑ کے سایہ میں اُونگھتا ہوا خواب میں مست تھا۔

۴۹

تم اپنے تخت سے نیچے اُتر آئے۔ اور میری کٹیا کے دروازے پر آکر کھڑے ہوئے۔

میں اکیلا ایک کونے میں بیٹھا گا رہا تھا۔ میری آواز تمہارے کانوں تک پہنچی۔ بس تم نیچے اُتر آئے۔ اور میری کٹیا کے دوار پر آکھڑے ہو گئے۔

تمہاری سبھا میں بہت سے ماہر ہیں۔ اور وہاں آٹھوں پہر گان ہوتا رہا ہے۔ لیکن اس نوسکھئے کے گانے نے تمہارے پریم پر چوٹ کی۔ میری ایک معمولی تان سنسار کے مہا گان میں مل گئی۔ اور تم میرے انعام کے لئے ایک پھول لئے ہوئے نیچے اُتر آئے۔ اور میری کٹیا کے دروازے پر آکر بیٹھ گئے۔

سبز سایہ میں سورج کی کرنوں کی آنکھ مچولی میرے دِل پر چھا گئی اور میں بھول گیا۔ کہ میں اپنی یاترا پہ کیوں نکلا تھا۔ اور میں نے خود کو سنگیت اور دھوپ چھاؤں کی بھول بھلیوں میں بیساختہ گنوا دیا۔

آخر کار جب میں نیند سے جاگا۔ اور میری آنکھ کھلی، تو میں نے

دیکھا کہ تُو میرے پاس کھڑا ہے۔ اور اپنی مُسکراہٹ سے میری نیند کو بھرپُور کر رہا تھا۔

آہ! میں کس قدر ڈر رہا تھا۔ کہ راستہ لمبا اور تکلیف دہ ہوگا۔ اور کہ تمہارے تک پہنچنے کی جدوجہد کس قدر سخت ہوگی۔

۵۰

جب مَیں در بدر بھیک مانگنے کے لئے گاؤں میں گیا تھا تو ایک شاندار خواب کی طرح دُور سے آتا ہُوا تیرا سُنہری رتھ دکھائی دیا - اور مَیں حیران ہوا۔ کہ یہ شاہوں کا شہنشاہ کون ہے؟-

میری اُمیدیں جی اُٹھیں - اور مَیں نے سوچا، میرے بُرے دن ختم ہونے کو ہیں - اور مَیں ــــ اس انتظار میں کہ آج بنا مانگے ہی مجھے بھیک ملے گی - اور کہ دولت چاروں طرف زمین پر بکھری ہوگی ــــ کھڑا ہو گیا۔

رتھ میرے پاس آکر رُک گیا - میرے اُوپر تیری نظر پڑی اور تو مسکراتا ہُوا نیچے اُتر آیا - مَیں نے محسوس کیا - کہ میری قسمت کا ستارہ آخر آج چڑھا ہے - اس کے بعد تُو نے اپنا دایاں ہاتھ اچانک ہی میری طرف پھیلا دیا اور کہا "تیرے پاس مجھے دینے کے لئے کیا ہے؟"

آہ! یہ کیسا شاہی مذاق ہے - کہ ایک بھکاری کے سامنے بھیک کے لئے اپنا ہاتھ پھیلایا ہے - اور مجھے سُوجھتا نہ تھا کہ مَیں

کیا کروں۔ مَیں نے اپنی جھولی سے سب سے چھوٹا دانہ آہستہ سے نکالا اور اُسے دے دیا۔

شام کو اپنی جھولی کو آنگن میں خالی کیا۔ تو دانوں کی ڈھیری میں سے سونے کا ایک دانہ ملا (جو اُتنا ہی چھوٹا تھا۔ جتنا کہ مَیں نے اُسے دیا تھا) مجھے ازحد حیرانی ہوئی۔ اور مَیں زار زار رونے لگا کہ کاش! مجھے تم کو اپنا سب کچھ ارپن کر دینے کی ہمت ہوتی!

۵۱

رات چھا رہی ہے۔ ہمارے دن کے کام ختم ہوئے۔ ہم نے خیال کیا۔ کہ آخری مہمان آچکا ہے۔ اور گاؤں کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے۔ کسی نے کہا۔ کہ راجہ آنے والا ہے۔ ہم نے ہنستے ہوئے کہا "نہیں، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا!"

ایسا جان پڑا۔ کہ دروازے پر کوئی دستک دے رہا ہے۔ ہم نے کہا۔ کہ سوائے ہوا کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

ہم نے چراغ بجھا دیئے۔ اور سونے کے لئے دراز ہو گئے۔ کسی نے کہا "یہ قاصد ہے"۔ ہم ہنسے اور کہا "نہیں: یہ ضرور ہوا ہے۔"

آدھی رات کے وقت آواز سنائی دی۔ ہم نے عالم خواب میں خیال کیا۔ کہ یہ کہیں دور بادلوں کی گرج ہے۔

زمین میں جھٹکے آئے۔ دیواریں ہلیں۔ اور اس نے ہماری نیند میں خلل ڈالا۔ کسی نے کہا۔ کہ یہ گاڑی کے پہیوں کی آواز ہے اور ہم نے اونگھ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا "نہیں۔ یہ ضرور بادلوں کی گرج ہے۔"

نقارہ پر چوٹ پڑنے کے وقت ابھی کچھ رات باقی تھی۔ آواز آئی:۔ "اُٹھو اور دیر نہ کرو"۔ ہم نے اپنی چھاتی کو ہاتھوں سے پیٹ لیا۔ اور خوف سے کانپ اُٹھے۔ کسی نے کہا:۔ "ایو!۔ دیکھو وُہ تو راجہ کا جھنڈا ہے۔ ہم سر و قد اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور چلا کر کہنے لگے:۔ "اب دیر کرنے کا وقت نہیں!"

راجہ آگیا ہے۔ لیکن چراغ اور مالائیں کہاں ہیں؟۔ اُس کو بٹھانے کے لئے تخت کہاں ہے؟۔ بڑے بھاری شرم کا مقام ہے!۔ دیوانخانہ اور آرائشی سامان کہاں ہے؟ کسی نے کہا:۔ شور و غل فضول ہے!۔ خالی ہاتھوں اُس کا استقبال کرو۔ اور اپنے بالکل خالی کمروں میں لے چلو۔

دروازے کھول دو۔ اور سنکھ بجنے دو۔ ہمارے تاریک اور برباد گھر کا راجہ آدھی رات کے وقت آیا ہے۔ آسمان میں بجلی چمک رہی ہے۔ تاریکی بجلی سے کانپ رہی ہے۔

اپنی ٹوٹی چٹائی کا ٹکڑہ باہر لاؤ۔ اور صحن میں بچھا دو۔ خوفناک رات کا راجہ طوفان کے ساتھ اچانک آیا ہے!

۵۲

میں نے تیرے گلے میں پڑی مالا کو مانگنا چاہا۔ مگر جرأت نہ ہوئی لہٰذا میں نے —— تمہارے چلے جانے کے بعد —— بستر پر اُس کے کچھ حصے پانے کی غرض سے —— صبح کا انتظار کیا اور ایک بھکاری کی مانند صبح کو چند پنکھڑیوں کی خاطر تلاش میں مصروف ہوا۔

افسوس! یہ مجھے کیا مِلا؟ تیری محبت کی کونسی نشانی رہی۔ نہ تو یہ پھول ہے۔ اور نہ ہی گلدان۔ یہ تیری زبردست تلوار ہے جو بجلی کی طرح چمکدار اور اندر کے بجر کی طرح سخت ہے۔

صُبح کی تازہ روشنی کھڑکی میں سے آتی ہے۔ اور تمہارے بستر پر اپنے آپ کو پھیلا دیتی ہے۔ صُبح کا پرندہ چہچہا کر پُوچھتا ہے "دیوی! یہ تیرے پاس کیا ہے؟" نہ تو یہ پھول ہے اور نہ ہی گلدان —— یہ تو تیری خوفناک شمشیر ہے۔ میں بیٹھ کر حیرانی سے غور کرتی ہوں۔ کہ تیرا یہ کیسا تحفہ ہے! مجھے اُس کے چھپانے کے لئے جگہ نہیں ملتی۔ اس کے پہننے میں مجھے شرم آتی ہے کیونکہ میں ناپاک ہوں۔ اور جب میں اسے چھاتی سے لگاتی ہوں۔ تو مجھے

تکلیف ہوتی ہے۔ تو بھی تیرے اِس تکلیف دِہ تحفے کو میں اپنے دل میں جگہ دوں گی۔ اب آئندہ اِس دُنیا میں مجھے کوئی خوف نہیں رہے گا۔ اور میری زندگی کی تمام جدو جہد میں تو فتحیاب ہوگا۔ تُو نے میرے لئے موت کو ساتھی بنایا ہے۔ اور اپنی زندگی کا تاج اسے پہناؤں گی اپنے بندھنوں کو کاٹ کر الگ الگ کر دینے کے لئے میرے پاس تیری تلوار ہے۔ اور دُنیا میں میرے لئے کوئی خوف نہیں رہے گا۔ آج سے میں تمام چھوٹی چھوٹی آرائشوں کو چھوڑتی ہوں۔ اے میرے دل کے راجہ! کونہ میں بیٹھ کر انتظار کرنا اور چیخ و پکار نہ ہوگی۔ اور ساتھ ہی عام شرمیلی ادائیں اور اندازِ دلربائی بھی نہ ہوں گے۔ آرائش کے لئے تُو نے مجھے اپنی تلوار دی ہے۔ اور گڑیوں کی سی سجاوٹ مزید نہ ہوگی۔

۵۳

یہ تیری چوڑی تاروں سے جڑی ہوئی اور چالاکی سے مختلف قسم کے جواہرات سے آراستہ — بڑی دلکش ہے۔ لیکن میرے لئے اس سے بھی زیادہ دلکش تیری تلوار ہے۔ جس کا خمدار برقی دستہ وشنو بھگوان کے گرُڑ کے پھیلے ہوئے بازوؤں کی طرح ہے۔ اور غروبِ آفتاب کی لال روشنی میں مکمل طور پر سانچے میں ڈھلا ہے یہ موت کی آخری چوٹ کی تکلیف سے بیخود ہوکر زندگی کے آخری سانس کی طرح کانپتا ہے۔ یہ اُس ہستی کے پاک شعلہ کی طرح چمکتی ہے۔ جو ایک ہی تیز حملہ میں جسمانی احساسات کو بھسم کر ڈالتا ہے چمکیلے جواہرات سے جڑی ہوئی تیری چوڑی دلکش ہے۔ لیکن تیری تلوار، اَے اِندر دیوتا! کمال خوبصورتی سے بنائی گئی ہے۔ جس کو دیکھنے یا وہم و گمان میں لانے سے بھی خوف لگتا ہے۔

۵۷

مَیں نے تم سے کچھ نہیں مانگا۔ اور نہ ہی تیرے کان میں اپنا نام بتایا۔ تیرے جانے کے بعد میں خاموش کھڑا رہا۔ مَیں اُس کنوئیں کے نزدیک اکیلا رہ گیا۔ جہاں درختوں کا سایہ ترچھا پڑ رہا تھا، اور عورتیں گھڑے لبالب بھر کر اپنے گھروں کو چلی گئی تھیں۔ اُنہوں نے مجھے بُلایا۔ اور چلّا کر کہا ــــ" ہمارے ساتھ آؤ، صبح سے دوپہر ہونے کو آئی۔" لیکن مَیں تھکے ماندے کی طرح غیر معین خیالات میں غلطاں تھا ؛

تیرے آنے پر مَیں نے تیرے قدموں کی آہٹ سُنی ۔ تیری آنکھیں جس وقت میرے اُوپر پڑیں تو غمگین تھیں۔ تیری آواز تھکی ہوئی تھی۔ جس وقت تُو نے آہستہ سے یہ کہا:" میں ایک پیاسا مسافر ہُوں۔" مَیں اپنے دِن کے خیالات سے کنارہ کش ہوا۔ اور اپنے گھڑے سے تیری جُڑی ہوئی ہتھیلیوں پر پانی گرایا، اُوپر سر پر۔ پتّے کھڑکھڑاہٹ کر رہے تھے۔ اور دُور پرندہ گا رہا تھا۔ اور سڑک کے موڑ پر سے ببلا پھول کی خوشبو آ رہی تھی ؛

جس وقت تُو نے میرا نام دریافت کیا۔ تو مَیں شرم کے مارے

خاموش کھڑا رہا۔ دراصل مجھے یاد رکھنے کے لئے مَیں نے تیرے لئے کیا کیا تھا؟۔ لیکن یہ یاد کہ تیری پیاس بجھانے کے لئے مَیں تجھے پانی دے سکا تھا۔ میرے دِل میں چبھتی رہے گی۔ اور اسے مِٹھاس میں تبدیل کر دے گی۔ ابھی زبان میں گا رہا ہے۔ نیم کے پتّے سر کے اُوپر سرسراتے ہیں۔ اور مَیں خیالات میں مست بیٹھا ہُوں +

۵۵

تمہارے دل پر پژمردگی چھائی ہوئی ہے۔ اور آنکھوں میں نیند کا خمار ابھی باقی ہے۔ کیا تمہارے پاس یہ پیغام نہیں آیا ہے، کہ پھول شان وشوکت سے کانٹوں پر راج کر رہا ہے؟ اے جاگے ہوئے! جاگ! وقت کو فضول نہ گزرنے دے! میرا دوست تن تنہا ہے۔ سُونے جن و سنسان ملک کے پتھریلے راستہ کے سرے پر بیٹھا ہوا ہے۔ اُسے دھوکہ نہ دو۔ اے جاگے ہوئے! جاگ! کیا ہوا، اگر دوپہر کی گرمی سے سورج ہانپتا ہے۔ اور تپی ہوئی ریت کی اوڑھنی پھیلاتی ہے!

کیا تیرے دل کی گہرائیوں میں کوئی خوشی نہیں؟

تیرے ہر قدم کی آواز پر کیا راستہ کی سارنگی تڑپ کے میٹھے گیت میں بج نہیں اٹھے گی۔

۵۶

چونکہ تُو مجھ پر بڑا خوش ہے۔ لہٰذا تجھے سنگھاسن سے اُتر کر میرے پاس آنا پڑا۔ اے سات آسمانوں کے مالک!۔ اگر مَیں نہ ہوتا۔ تو تیری محبّت کہاں ہوتی؟

اِس تمام دَولت کا تم نے مجھے شریک بنایا ہے۔ میرے دِل میں تیری خوشی کا غیر الاختتام کھیل جاری ہے۔ اور تیری مرضی کے مطابق میرے دل میں لگاتار کام سرانجام پا رہا ہے۔ اس لئے اے راجاؤں کے مہاراجہ! تم نے میرے دل کو گرفتارِ محبت کرنے کے لئے اپنے آپ کو خُوبصورتی سے آراستہ کیا ہے۔ اِسی لئے تیری محبت اپنے آپ کو تیرے محبوب میں کھو دیتی ہے۔ اور دونوں کے مکمل اتحاد میں تُو دکھائی دیتا ہے۔

۷۵

روشنی! میری روشنی! دُنیا کو منوّر کرنے والی روشنی، آنکھوں کو چُومنے والی روشنی، دِل کو آنند دینے والی روشنی! - آہ! میرے پیارے! میری زندگی کے مرکز پر روشنی ناچتی ہے، میرے پیارے! - میری محبّت کی تاروں کو روشنی ہلاتی ہے - آسمان کھُلتا ہے - تُند ہوا چلتی ہے - زمین پر قہقہے بلند ہوتے ہیں +

روشنی کے سمندر پر تتلیاں اپنے بادبان پھیلاتی ہیں - نرگس اور یاسمین نُورانی لہروں کی چوٹی پر موجزن ہوتی ہیں +

روشنی بادلوں پر پڑ کر سونے میں تبدیل ہو جاتی ہے - اور اے پیارے! وہ زمین کو جواہرات سے مالا مال کر دیتی ہے +

میرے پیارے! پتّے پتّے پر بے انداز خوشی کی لہر پھیل رہی ہے +

آسمانی دریا نے اپنے کناروں کو ڈبو دیا ہے - اور خوشی کا طوفان چاروں طرف پھیل گیا ہے +

۵۸

میرے آخری گیت میں خوشی کے تمام سُر ملنے دو۔ وہ خوشی — جس سے زمین بافراط گھاس سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیتی ہے وہ خوشی — جو توام بہنوں، زندگی اور موت، کو اس وسیع دُنیا پر نچاتی ہے۔ وہ خوشی — جو طوفان کے ساتھ اُڑتی ہے۔ اور تمام جانداروں کو اپنے بلند شور سے ہلاتی اور بیدار کرتی ہے۔ وہ خوشی — جو درد کے کھلے ہوئے سُرخ کنول پھول پر چپ چاپ آنسو بہاتی ہے۔ اور وہ خوشی — جو اپنا سب سرمایہ زمین پر پھینک دیتی ہے۔ اور ذرا بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا ؏

۵۹

اے میرے دل کے محبوب! مَیں جانتا ہوں — کہ یہ سنہری روشنی جو پتّوں پر اٹھکھیلیاں کر رہی ہے، یہ کاہل بادل جو آسمان میں سفر کر رہے ہیں، اور یہ گزرتی ہوئی ہوا جو میری پریشانی پر اپنی ٹھنڈک کو چھوڑ رہی ہے — یہ سب تیری ہی محبت کے کرشمے ہیں۔

صبح کی روشنی کا سیلاب میری آنکھوں میں اُمڈ آیا ہے۔ اور میرے دل کے لئے یہی تیرا سندیسہ ہے۔ اُوپر سے تُو نے اپنا چہرہ میری طرف جھکایا ہے۔ اور تیری آنکھیں میری آنکھوں سے دو چار ہو رہی ہیں۔ اور میرے دِل نے تیرے قدموں کو چھُو لیا ہے۔

۶۰

دُنیا کے بحرِ بیکراں کے ساحل پر بچّے آپس میں ملتے ہیں۔ غیر محدُود آسمان سر کے اُوپر بے حس و حرکت چھایا ہے۔ اور بے تاب پانی شور برپا کر رہا ہے۔ دُنیا کے بحرِ بیکراں کے ساحل پر بچّے ناچتے اور شور مچاتے ہوئے آپس میں ملتے ہیں ؛

وُہ ریت کے گھر بناتے ہیں۔ اور خالی سیپیوں کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ مُرجھائے ہوئے پتوں سے کشتیاں بناتے ہیں۔ اور خوشی خوشی سمندر پہ تیراتے ہیں۔ دُنیا کے ساحل پر بچّے اپنے کھیل کھیلتے ہیں ؛

وُہ تیرنا اور جال ڈالنا نہیں جانتے۔ غوطہ زن موتیوں کے لئے غوطہ لگاتے ہیں۔ سوداگر اپنے جہازوں پہ سفر کرتے ہیں۔ جبکہ بچّے کنکر پتھر اِکٹھے کرتے اور پھر بکھیر دیتے ہیں۔ وہ چُھپے ہُوئے خزانہ کی تلاش نہیں کرتے۔ اور نہ ہی جال ڈالنا ہی جانتے ہیں ؛

سمندر خوشی سے اُمڈ پڑتا ہے۔ اور ساحل کی مُسکراہٹ

پھیکی پڑ جاتی ہے۔ موت کی طرح خوفناک لہریں بچّوں کو بے معنی لوریاں گا کر سُناتی ہیں۔ جیسے کہ ماں اپنے بچّے کو پنگوڑا جھُلاتے وقت سُناتی ہیں۔ سمندر بچّوں کے ساتھ کھیلتا ہے۔ اور ساحل کی مُسکراہٹ پھیکی پڑ جاتی ہے ٭

دُنیا کے بحرِ بیکراں کے ساحل پر بچّے آپس میں ملتے ہیں۔ طوفان غیر محدود آسمان میں چکّر لگاتا ہے۔ اور اتھاہ سمندر میں جہاز غرق ہو جاتے ہیں۔ موت چھائی ہوئی ہے۔ اور بچّے کھیل رہے ہیں۔ دُنیا کے بحرِ بیکراں کے ساحل پر بچّے آپس میں ملتے ہیں ٭

۶۱

کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ نیند جو بچے کی آنکھوں میں آتی ہے۔ کہاں سے آتی ہے؟۔ ہاں! اس کے متعلق یہ افواہ مشہور ہے۔ کہ اس کی رہائش جنگل کے گھنے سایہ کے بیچ ایک دلفریب گاؤں میں ہے۔ جہاں جگنو ٹمٹماتے ہیں۔ اور جہاں دو دلربا سحر میلی کلیاں لٹکتی ہیں — وہاں سے یہ بچے کی آنکھوں کو چومنے آتی ہیں؛

کیا کوئی جانتا ہے۔ کہ سوئے ہوئے ننھے بچوں کے ہونٹوں پر جو مسکراہٹ چھاتی ہے، اُس کا جنم ستھان کہاں ہے؟ ہاں ایک افواہ مشہور ہے۔ کہ دوج کے چاند کی پھیکی سی اٹھتی ہوئی ایک شعاع موسم خزاں کے غائب ہو جانے والے بادل کے دامن سے چھو گئی۔ اور اس طرح پہلے پہل مسکراہٹ وہاں شبنم کے موتیوں کا ہار پہنے پیارے پیارے صبح کے خواب میں پیدا ہوئی؛

اور یہ وہی مسکراہٹ ہے۔ جو ننھے بچے کے ہونٹوں پر چھاتی ہے۔ وہ شیریں اور بلائم تازگی جو بچوں کے اعضا پر

نمایاں ہے ——————— کیا کوئی جانتا ہے، یہ اب تک کہاں پنہاں تھی؟ ؛

ہاں! جب ماں ابھی دوشیزہ تھی۔ تو یہ اُس کے دِل پر ——— نازک اور خاموش رازِ محبّت کی طرح پھیلی ہوئی تھی، جو اب بچّے کے اعضاء پر نمایاں ہے ؛

۶۲

"میرے بچّے! جب مَیں تجھے رنگ برنگے کھلونے لا کر دیتا ہوں۔ تب میری سمجھ میں آتا ہے۔ کہ بادلوں اور پانی پر رنگوں کی اتنی نقش نگاری کا کیا مطلب ہے۔ اور میرے بچّے! جب مَیں تجھے رنگ برنگے کھلونے دیتا ہوں۔ تب مجھے پتہ لگتا ہے۔ کہ پھولوں پر رنگوں کی جھلک کے کیا معنی؟

جب مَیں تجھے خوشی سے ناچنے کے لئے گیت گاتا ہوں، تب مجھے حقیقی علم ہوتا ہے۔ کہ پتّوں میں نغمے کیوں ہیں۔ اور لہریں اپنی آوازوں کی بھجن منڈلی کو دُنیا کے شروتا گنوں کے دلوں میں کیوں بھیجتی ہیں؟

جب میں میٹھی چیزیں لا کر تیرے لوبھی ہاتھوں میں دیتا ہوں۔ تب مجھے پتہ لگتا ہے۔ کہ پھولوں کے پیالہ میں شہد کیوں ہوتا ہے اور کس راز سے پھلوں میں میٹھا رس بھرا جاتا ہے؟

جب تجھے مُسکرا دینے کی غرض سے مَیں تیرے چہرے کو چومتا ہوں۔ تب اصلی معنوں میں مَیں سمجھ پاتا ہوں۔ کہ وُہ کیسی خوشی ہے جو آسمان سے صبح کی روشنی میں بہتی ہے؟

۶۳

تُو نے میری واقفیت اُن دوستوں سے کرائی ہے۔ جن کو میں نہیں جانتا تھا۔ تُو نے مجھے اُن گھروں میں جگہ دی ہے۔ جو میرے نہیں تھے تُو نے غیروں کو اپنا اور اجنبی کو میرا بھائی بنا دیا ہے ۔

عادتی پناہ چھوڑتے وقت میرا دل بے چین ہو جاتا ہے۔ میں بھول جاتا ہُوں۔ کہ وہاں پُرانا نیا بن کر رہتا ہے۔ اور یہ کہ اُس جگہ بھی تیرا قیام ہے ۔

اے میری دائمی زندگی کے واحد رفیق اور غیروں کے ساتھ محبت اور خوشی کی زنجیروں سے باندھنے والے!۔ یہ تم ہی ہو۔ جو موت اور زندگی کے ذریعہ اس یا دُوسری دُنیا میں مجھے لے جاتے ہو ۔

جب کوئی تجھے جان لیتا ہے۔ تو اُس کے لئے دُنیا میں غیر کوئی نہیں رہتا۔ اور اس کے لئے کوئی بھی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ اے میرے مالک! میری یہ پرارتھنا منظور کر۔ کہ بہتوں کے کھیل میں ایک کو چھو لینے کے آنند سے کبھی محروم نہ رہوں ۔

۱۴۴

"اُونچی اُونچی گھاس میں بہتے ہُوئے اُداس دریا کی ڈھلوان پر میں نے اُس سے دریافت کیا۔ اے دیوی! تم اپنے دوپٹے کے آنچل میں چھپائے ہُوئے چراغ کو کہاں لئے جا رہی ہو؟۔ میرا گھر بے چراغ اور سُونا ہے۔ تو اپنا چراغ عاریتاً مجھے دے۔ اُس نے لمحہ بھر کے لئے اپنی کالی آنکھیں اُوپر اُٹھائیں۔ اور دھند میں سے میرے چہرہ پر نظر دوڑائی۔ اور کہا "میں ندی پر غروبِ آفتاب کے بعد اپنے چراغ کو تیرتا چھوڑنے کے لئے آئی ہُوں۔" اور میں نے اُونچی اُونچی گھاس میں تنہا کھڑے اُس کے چراغ کے ٹمٹماتے ہُوئے شعلہ کو جوار بھاٹے میں فضول بہتے ہُوئے دیکھا+

رات کے جھٹپٹے کی خاموشی میں میں نے اُس سے پُوچھا:۔

"تمہاری تو تمام روشنیاں جل رہی ہیں، پھر تو اپنے چراغ کو لے کر کہاں جا رہی ہے؟ میرا گھر بے چراغ ہے۔ اور سُونا ہے تو اپنی روشنی عاریتاً مجھے دے۔" اُس نے میرے چہرہ پہ اپنی سیاہ آنکھیں اُٹھائیں۔ اور لمحہ بھر تذبذب کی حالت میں کھڑی رہی۔ آخر کار اُس نے کہا "میں اپنا چراغ آسمان کی نذر کرنے

آئی ہوں۔"

میں کھڑا اُس کے چراغ کو خلا میں فضول جلتے ہوئے دیکھا کیا۔ اور رات کی بے چاند تاریکی میں میں نے اُس سے دریافت کیا۔ کہ اے لڑکی! تو اپنے چراغ کو دل سے لگا کر کس تلاش میں ہے؟ میرا گھر بے چراغ اور سُونا ہے۔ عاریتاً مجھے اپنا چراغ دے دو۔ اُس نے تاریکی میں میرے چہرے کو گھورا۔ اور لمحہ بھر کچھ انتظار کے بعد سوچ کر کہا۔ میں اپنا ننھا سا چراغ جشنِ چراغاں میں شامل کرنے لائی ہوں۔ میں نے اُس کے چھوٹے سے چراغ کو دوسری روشنیوں میں فضول گم ہوتے دیکھا۔

۶۵

اے ایشور!۔ تو میری زندگی کے اس لبریز جام سے کون سی چیز نوش کرنا چاہتا ہے؟

اے میرے شاعر!۔ اپنی مخلوق کو میری آنکھوں سے دیکھنے اور میرے کانوں کے دروازوں پر کھڑے ہو کر چپ چاپ اپنے ازلی گیت کو سُننے میں ہی کیا تیری خوشی ہے؟"

تیری دُنیا میرے دِل میں الفاظ کی بندش کر رہی ہے۔ اور تیری خوشی اُن میں راگ کا اضافہ۔ تو محبّت کے زیرِ اپنے آپ کو میرے حوالے کر کے مجھ ہی میں اپنی مکمل خوشی محسوس کرتا ہے۔

۶۶

وُہ جو جھجک اور شعاع کی شفق میں ہمیشہ میرے دِل کی گہرائی میں رہی ہے۔ وُہ — جس نے صبح کے اُجالے میں کبھی گھونگھٹ نہیں کھولا — اُسے مَیں اپنے گیتوں میں لپیٹ کر تیری آخری نذر کرُوں گا ٭

زبان نے عہد و پیمان کئے۔ لیکن جیتنے میں ناکام رہی۔ ترغیب نے اپنے آرزُومند بازُو اُس کی طرف پھیلائے۔ لیکن فضول۔ اپنے دل کے اندر اُسے رکھے۔ مَیں مُلک مُلک میں گھُوما ہُوں۔ اور میری زندگی کی ترقی اور تنزلی کی دیواریں اُس کے چاروں طرف بنی اور بگڑی ہیں ٭

اُس نے میرے جذبات، اعمال، نیند اور خواب پر حکومت کی ہے۔ لیکن اس کے بعد وہ اکیلی اور الگ رہی ہے۔ میرے دروازے کو کئی لوگوں نے کھٹکھٹایا۔ اور اُس کے متعلق پُوچھ تاچھ کی مگر مایُوس ہو کر لَوٹے ٭

دُنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس نے اُسے کھُلے چہرے سے دیکھا ہو۔ اور وہ تیری منظوری کی تنہائی میں بیٹھی انتظار کرتی رہی ٭

۹۷

تو آسمان بھی ہے۔ اور گھونسلہ بھی ؛

اے حسین! گھونسلہ میں یہ تیری ہی محبّت ہے۔ جو روح کو آوازوں، رنگوں اور خوشبوؤں سے گھیرے رکھتی ہے ؛

وہ دیکھو، صبح خوبصورتی کی بالا پہن کر اور دائیں ہاتھ میں سنہری ٹوکری لئے ہوئے دنیا کو چپ چاپ آراستہ کرنے کے لئے آ رہی ہے ! ۔

اور شام دشگذار راستوں کو طے کرتی ہوئی جانوروں سے تباہ شدہ سنسان سبزہ زار وادیوں میں اپنی سنہری صراحی میں شانتی لے مغربی سمندر سے سکون کے ٹھنڈے گھونٹ لئے آرہی ہے ؛

لیکن وہاں، جہاں وسیع آسمان نے اپنے آپ کو روح کی پرواز کے لئے پھیلا رکھا ہے، چمکدار اور شفاف روشنی کی حکومت ہے !

وہاں پر نہ رات ہے نہ دن، نہ رنگ نہ روپ اور نہ ہی کوئی آواز سنائی پڑتی ہے ؛

۸۱

میری دُنیا پر سورج کی کرن اپنی باہیں پھیلا کر آتی ہے۔ اور تمام دن میرے دروازے پر ـــ میری آہوں، نغموں اور آنسوؤں کے بنے ہوئے بادل تیرے قدموں میں پہنچانے کے لئے ـــ انتظار میں رہتی ہے۔

اِنتہائی خوشی سے تُو نے اپنی تاروں سے مزیّن چھاتی کو آس پاس کے دُھندلے بادلوں کے پردہ میں لپیٹ لیا ہے۔ تُو اُنہیں بے شمار رنگوں اور سلوٹوں میں بدلتا ہے۔ اور ہمیشہ تبدیل ہوتے رہنے والے رنگوں میں رنگتا ہے۔

اسے بے داغ اور شانت ! وہ بڑے ہلکے، چنچل، نازک، کالے اور روتی صُورت والے ہیں۔ اسی لئے تُو اُنہیں اِتنا پیار کرتا ہے اور اسی لئے تو وہ تیرے تیجسوی، اُجل پرکاش کو اپنی نازک چھایا سے ڈھانپ لیتے ہیں۔

۶۹

زندگی کی جو رَو میری نسوں میں دن رات بہتی ہے، وہی ساری دُنیا میں بڑی تیزی سے بہ رہی ہے۔ اور تال سُر کے ساتھ ناچ رہی ہے۔

وہی زندگی ہے۔ جو زمین پر بے شمار تنکوں کی شکل میں بخوبی ظاہر ہوا کرتی ہے۔ اور پھول پتیوں کی صُورت میں منودار ہوتی ہے۔

یہ وہی زندگی ہے۔ جو زندگی اور موت رُوپی سمندر کے جوار بھاٹے کے جھولے میں ہلورے مارتی ہے۔

مَیں محسُوس کرتا ہوں۔ کہ میرے اعضا۔ اِس وِشو ویاپی جیون کے سپرش سے رمنیک ہوتے ہیں۔ اور مجھے اُس یُگ یُگانتر ورتی جیون سپندن کا ابھیمان ہے۔ جو اِس وقت بھی میرے خون میں ناچ رہا ہے۔

۷۰

کیا اِس روانی کی خوشی میں پھُولا نہ سمانا، اور کیا اس خوفناک خوشی کے بھنور میں اُچھلنا، مدہوش ہونا اور مرمِٹ جانا تیری طاقت سے باہر ہے ؟ -

تمام چیزیں تیزی سے بڑھتی جا رہی ہیں، کھڑی ہونے کا نام نہیں لیتیں، پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتیں، کوئی بھی طاقت اِنہیں پیچھے نہیں روک سکتی - وہ برابر آگے بڑھ رہی ہیں ؛

اُس چنچل اور تیز رَو کے ساتھ موسم ناچتے ہوئے آتے ہیں - اور چلے جاتے ہیں - کئی قسم کے راگ رنگ اور خوشبوؤں کے بے شمار جھرنے اُس کامل آنند میں آکر گِرتے ہیں، جو ہر لمحہ پھیلتا اور نشٹ ہوتا ہے ؛

۷۱

تیری مایا ایسی ہے، کہ میں اپنے آپ میں مغرور ہوں - اور اس غرور کو چاروں طرف لیے پھرتا ہوں - اور اس طرح تیرے نور پر رنگ برنگا سایہ ڈالتا رہتا ہوں ؛

تو پہلے اپنے آپ کو منقسم کرتا ہے - اور پھر اپنی الگ ہوئی ہوئی روح کو بے شمار ناموں سے پکارتا ہے ، تیری بچھڑی ہوئی روح میرے جسم کی شکل میں نمودار ہوئی ہے ؛

تیرے تلخ گیتوں کی آواز کئی قسم کے آنسوؤں ، مسکراہٹوں ، اُمیدوں اور خطروں کی صورت میں سارے آسمان میں ہو رہی ہے - لہریں اوپر اُٹھتی ہیں - اور پھر گرتی ہے - خواب آتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں ؛

اس پردہ پہ جو تو نے لٹکا رکھا ہے ، دن رات کے برش کے ساختہ بے شمار شکلوں سے منقش کیا گیا ہے ، اس کے پیچھے تیرا استھان بانکے اور عجیب و غریب خطوں سے بنایا گیا ہے - اُس میں کوئی بے معنی سیدھی لکیر نہیں ہے ؛

تیری اور میری نمائش آسمان میں پھیلی ہوئی ہے۔ تیرے اور میرے نغموں سے ہوا بھی تھر تھر کانپ رہی ہے۔ اور تمام صدیاں باہم آنکھ مچولی کھیلتی ہوئی گذر جاتی ہیں +

۷۲

وُہی تو میری اندرونی رُوح ہے۔ جو میری جیو آتما کو اپنے گھمبیر اور نظر نہ آنے والے جذبہ کے اثر سے میری آتما کو جگاتا ہے۔ یہ وہی ہے۔ جو میری آنکھوں پر منتر پڑھ کر انہیں بند کر دیتا ہے۔ اور دُکھ سُکھ کے مختلف کال کے ہاتھ میرے دِل کے تاروں کو چھیڑتا ہے ؛

یہ وہی ہے۔ جو اِس مایا کا تانا سنہری، روپہلی، نیلے اور سبز رنگوں میں تنتا ہے۔ اور اپنے چرنوں کو اپنی چادر سے باہر نکلنے دیتا ہے۔ جنہیں چھُو کر مَیں اپنے آپ کو بھُول جاتا ہوں ؛

دِن آتے ہیں۔ اور صدیاں گزرتی جاتی ہیں، یہ صرف وہی ہے جو میرے دِل کو بے شمار ناموں، صورتوں، رنج و راحت کے وجد کے عالم میں متحرک کرتا ہے ؛

۷۳

تیاگ میرے لئے مُکتی نہیں ہے۔ مجھے تو آنند کے ہزاروں بند ھنوں میں مُکتی کا احساس ہوتا ہے ؛

تُو میرے لئے ہمیشہ بے شمار رنگوں اور خوشبوؤں کے امرت کی بارش کیا کرتا ہے۔ اور میرے اس مٹی کے برتن کو لبالب بھر دیتا ہے ؛

میری دُنیا اپنے سینکڑوں چراغوں کو تیری روشنی سے منوّر کرے گی۔ اور تیرے مندر کی ویدی پر اُنہیں چڑھائیگی ؛

نہیں، میں اپنی اندریوں کے دروازے ہرگز بند نہ کروں گا۔ آنکھ، کان اور جسم کے سارے اعضاء تیرے آنند کو خوش آمدید کہیں گی ؛

ہاں! میرے تمام فریب عظیم آنند کی روشنی میں خاکستر ہو جاویں گے۔ اور میری تمام خواہشات محبت کے پھلوں میں تبدیل ہو جاویں گی ؛

۳۷

سورج غروب ہوگیا۔ اور دنیا پہ اندھیرا چھا گیا ہے۔ اب یہ وقت ہے۔ کہ میں جا کر ندی سے اپنی گاگر بھر لاؤں ۔

پانی کے مغموم راگ سے شام کی ہوا متاثر ہے۔ آہ! یہ مجھے شام کے دھندلکے میں آنے کے لئے دعوت دیتی ہے۔ سنسان راستہ پہ کوئی راہ گیر نہیں ہے، ہوا تیزی سے چل رہی ہے۔ اور دریا میں لہریں اُٹھ رہی ہیں ۔

مجھے نہیں معلوم۔ کہ میں گھر کبھی واپس آسکوں گا۔ اور نہ ہی مجھے یہ معلوم ہے۔ کہ مجھے کس سے ملنے کا اتفاق ہوگا۔ وہاں گھاٹ پر چھوٹی سی کشتی پر بیٹھا ہوا کوئی اجنبی شخص اپنی بنسری بجا رہا ہے ۔

۷۵

ہے پربھو! ہم انسانوں کو تو نے جو کچھ عطا کیا ہے، وہ ہماری سب ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اور پھر تیرے پاس جوں کا توں لوٹ جاتا ہے ؛

ندی اپنا روز کا کام کرتی ہے۔ اور کھیتوں اور بستیوں میں ہو کر تیزی سے بہتی چلی جاتی ہے۔ تو بھی اُس کی لہر تیرے قدم چومنے اور دھونے دوڑی آتی ہے۔ پھول اپنی خوشبو سے ہوا کو معطّر کرتا ہے تاہم اُن کی سب سے بڑی اور آخری خدمت یہ ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو تجھ پر نچھاور کر دے ؛

تیری عبادت کو دنیا نادار نہیں بناتی۔ شاعر کے کلام سے لوگ جو چاہیں مطلب نکالیں، لیکن اُس کا اصلی مقصد تجھ سے ہمکلام ہونا ہے ؛

۴۷

اے میری زندگی کے مالک! کیا تیرے سامنے ہر روز میں کھڑا رہوں گا؟۔ اے میری تمام دُنیا کے مالک!۔ کیا ہاتھ جوڑے ہوئے میں تیرے سامنے کھڑا رہوں گا؟۔ کیا تیرے شاندار آسمان کے نیچے تنہائی اور ایکانت میں عاجزی وانکساری کے ساتھ تیرے سنمکھ کھڑا رہوں گا؟

تیری اس جدوجہد کی دُنیا میں، جو محنت اور بیشمار سرگرمیوں کے شور سے گونج رہی ہے، اور دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے لوگوں کے بیچ میں رہتے ہوئے تیرے سنمکھ کھڑا رہونگا؟۔

اور جب اِس دُنیا میں میرا کام ختم ہو جائے گا، تو راجن ادھیراج!۔ کیا میں تن تنہا، خاموش تیرے سامنے کھڑا رہ سکونگا؟

۶۷

مَیں تجھے اپنا پرماتما سمجھتا ہُوں - اور تجھ سے الگ کھڑا ہوتا ہُوں — مَیں تجھے اپنا نہیں سمجھتا - اور نزدیک نہیں آتا - مَیں تجھے اپنا پِتا جانتا ہوں - اور تیرے قدموں پر سرنگوں ہوتا ہُوں مَیں ایک دوست کی طرح تیرا ہاتھ نہیں پکڑتا ؛

جہاں تو نیچے اُتر کر آتا ہے - اور اپنے آپ کو میرا بتلاتا ہے، وہاں تجھے اپنے دِل سے لگانے اور اپنا ساتھی بنانے کے لئے مَیں کھڑا نہیں ہوتا ؛

بھائیوں میں صرف تجھے ہی مَیں اپنا بھائی سمجھتا ہوں، جیسے مَیں اُن کی پرواہ نہیں کرتا، مَیں اپنی کمائی میں اُن کو شامل نہیں کرتا اور ویسے ہی تجھے مَیں اپنی جائداد کا حِصّہ دار بناتا ہوں ؛

مَیں اِنسانوں کے دُکھ میں ساتھ نہیں دیتا، لہٰذا تیرے پاس رہتا ہُوں - مَیں زندگی کو دینے سے تامل کرتا ہوں، لہٰذا بحرِ زندگی میں غوطہ نہیں لگاتا ؛

۷۸

جب دنیا پہلے پہل وجود میں آئی اور تارے اپنی بالکل بھلی جگمگاہٹ سے چمکے۔ تو دیوتاؤں نے آکاش میں سبھا بلائی، اور یہ گیت الاپے۔ کہ یہ کیسی کامل تصویر اور نرالی خوشی ہے *

اُس وقت سبھا میں ایک دم کوئی چلا اُٹھا۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روشنی کی زنجیر کہیں سے ٹوٹ گئی ہے۔ اور تاروں میں سے ایک ستارہ گم ہو گیا ہے *

اُن کی سارنگی کی سنہری تار ٹوٹ گئی۔ گانا بند ہو گیا، اور خوفزدہ ہو کر بول اُٹھے — ہاں وہ گم شدہ تارہ سب سے افضل تھا۔ اور آسمان کی رونق تھا *

اُس دن سے اُس ستارہ کی انتھک تلاش ہو رہی ہے۔ اور یہ شور ایک دنیا سے دوسری دنیا میں مچا ہوا ہے کہ دنیا نے اپنی ایک خوشی اُس ستارہ میں ضائع کر دی ہے *

رات کی انتہائی خاموشی کے عالم میں ستارے مسکراتے اور یہ کانا پھوسی کرتے ہیں "تلاش فضول ہے۔ اور دائمی کمال ہو چکا" *

۷۹

اگر اِس زندگی میں تیرا درشن کرنا میرے نصیب میں نہیں لِکھا ہے، تو اے میرے پربھو! مجھے ہمیشہ یہ احساس ہوتا رہے اور یہ ایک لمحہ کے لئے بھی نہ بھولوں۔ کہ مجھے آپ کے درشن نہیں ہوئے۔ اور سوتے جاگتے ہمیشہ اِس افسوس کا غم میرے دِل پر بنا رہے ۔

اور جُوں جُوں اس دُنیا کے بھرے بازار میں میرے دِن گزُرتے جائیں، اور ہر روز کی آمدنی سے میرے ہاتھ بھرپور ہوتے جائیں، توں توُں مَیں ہمیشہ یہ محسوس کروں۔ کہ مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوُا —— مَیں کبھی ایک لمحہ بھر کے لئے بھی نہ بھُولوں۔ کہ مجھے تیرا درشن نصیب نہیں ہوُا۔ اور سوتے جاگتے ہمیشہ اس افسوس کا غم میرے دل پر بنا رہے ۔

جب تھک کر ہانپتا ہوُا مَیں راستہ کے کنارے بیٹھ جاؤں۔ اور زمین پر بستر بچھاؤں، تو میں ہمیشہ یہ محسوس کروں۔ کہ ابھی لمبا سفر میرے سامنے ہے —— مَیں یہ کبھی ایک کے لئے بھی نہ بھُولوں۔ کہ مجھے تیرا دیدار نصیب نہیں ہوُا۔ اور سوتے

جاگتے ہمیشہ اس افسوس کا غم میرے دل پر بنا رہے۔

جب میرے کمرے خوب شان و شوکت سے سجائے گئے ہوں۔ اور خوشی کے شادیانے بج رہے ہوں، تو اُس وقت بھی مجھے یہ محسوس ہوتا رہے۔ کہ مَیں نے تجھ کو اپنے گھر میں مدعو نہیں کیا۔ اور ایک لمحہ بھر کے لیئے بھی نہ بھُولوں۔ کہ مجھے تیرے دیدار نصیب نہیں ہوئے اور سوتے جاتے اِسی افسوس کا غم میرے دل پر بنا رہے۔

۸۰

اے میرے عظیم الشان آفتاب! - میں موسمِ خزاں کے اُس بادل کے ٹکڑے کی طرح ہوں - جو بے ٹھکانہ آسمان پر ادھر اُدھر بھٹکتا پھرتا ہے، تیری روشنی سے میری تپش نہیں بجھی جب سے میں تیرے نور میں مل کر ایک ہو جاؤں - اس طرح تجھ سے بچھڑا ہوا میں مہینوں اور سالوں کو گن گن کر کاٹ رہا ہوں ۔

اگر یہی تیری مرضی ہے - اور یہی تیرا شغل، تو مجھ سے میرا یہ کھوکھلا پنجر لے لے، اس پر نقش و نگار کر، اس پر سُنہری ورق چڑھا اور ہوا کے شوخ و طرار گھوڑے پر سوار کر کے دُنیا کے گوناگوں عجائبات میں پھیلا دے ۔

اور جب رات کو تو یہ کھیل بند کرنا چاہے گا - تو میں اندھیرے میں گھل کر غائب ہو جاؤں گا یا صبح کی نورانی مسکراہٹ میں شفاف پاکیزگی کی طراوت میں نابود ہو جاؤں گا ۔

۸۱

بیکار دِنوں کے کھوئے وقت پر مَیں نے اکثر افسوس کیا ہے۔ لیکن میرے مالک!۔ یہ کبھی ضائع نہیں جاتا۔ تُو نے میری زندگی کے ایک ایک لمحہ کو اپنے آدھین کر رکھا ہے ؂

سب عناصر میں گھُس کر تُو بیجوں سے پَودے۔ کلیوں سے پھُول اور پھُولوں سے پھل پَیدا کرتا ؂

مَیں تھک کر اپنے کاہل بسترہ پر لیٹا لیٹا سوچ رہا تھا، کہ تمام کام بند ہو گیا ہے۔ لیکن جب سویرے اُٹھا۔ تو مَیں نے اپنے گلشن کو پھُولوں کے عجائبات سے بھرپُور پایا ؂

۸۲

میرے مالک! تیرے ہاتھ میں وقت کی کوئی حد نہیں۔ کوئی اِنسان تیرے وقت کے لمحوں کو شمار نہیں کر سکتا۔ دِن اور راتیں گزر جاتی ہیں۔ صدیاں پھول کی مانند کھلتی اور مرجھا جاتی ہیں۔ تو انتظار کرنا جانتا ہے۔

ایک ننھے جنگلی پھول کو سنوارتی ہوئی صدیاں ایک دوسرے کے بعد آتی ہیں۔

ہمارے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ لہٰذا ہمیں موقعے ہاتھ سے نہیں گنوانے چاہئیں۔ ہم اس قدر مفلس ہیں۔ کہ ہم دیر نہیں کر سکتے۔

جھگڑنے والوں کے ساتھ میرا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ جو اُسے لینے کا حق پیش کرتے ہیں۔ اِسی لئے تیری ویدی آخیر وقت تک بالکل خالی رہتی ہے۔ اور مَیں تیری بھینٹ کچھ نہیں کر سکتا۔ جب دن ختم ہو جاتا ہے۔ تو مَیں جلدی جلدی ڈرتا ہوا دوڑتا آتا ہوں مبادا تیرا دروازہ بند ہو جائے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں۔ کہ ابھی وقت ہے۔

۸۳

ماتا! مَیں اپنے غم کے آنسوؤں سے تیرے گلے کے لئے موتیوں کا ہار تیار کروں گا۔ ستاروں نے اپنے نورانی پازیب تیرے پاؤں کی زیبائش کے لئے تیار کئے ہیں۔ مگر میرا ہار تیری چھاتی پر لٹکے گا۔

دَولت اور شہرت کا منبع تُو ہے۔ اور اس کا دینا اور نہ دینا بھی تیرے اختیار میں ہے۔ مگر میرا یہ غم واحد میری ملکیت ہے۔ اور جب مَیں اسے تیرے پر چڑھانے کے لئے آتا ہُوں۔ تو تُو مجھے اپنی مہربانی کا انعام بخشتا ہے۔

۸۴

یہ دردِ فراق ہے۔ جو کُل دُنیا میں پھیلا ہوا ہے، اور وسیع آسمان میں بیشمار شکلوں کو وجود میں لاتا ہے۔ یہی غمِ فراق ہے۔ جو رات بھر خاموشی سے ایک ستارے سے دُوسرے ستارے کو تکتا اور ساون کی گھنگھور گھٹاؤں میں سرسراتے ہوئے پتّوں میں ایک نغمہ بن جاتا ہے۔

یہی عالمگیر درد ہے۔ جو انسانوں کے گھروں اور رنج و راحت میں، محبّت اور تمناؤں میں اپنا گہرا اثر کرتا ہے۔ اور یہی وُہ درد ہے۔ جو مجھ شاعر کے دِل سے ہمیشہ گیتوں کی شکل میں پگھلتا اور بہتا رہتا ہے۔

۸۵

جب پہلے پہل شُور بیر اپنے مالک کے شاہی ایوان سے باہر آئے۔ تو اُنہوں نے اپنی طاقت کو کہاں چھُپا رکھا تھا؟۔ اُن کے زرہ بکتر اور آلاتِ جنگ کہاں تھے؟

اپنے مالک کے شاہی ایوان سے نکلتے وقت وہ بہت غریب اور بیکس دکھائی دیتے تھے۔ اور اُن پہ تیروں کی بَوچھاڑ کی گئی تھی۔

اور جب شُور بیر پھر واپس اپنے مالک کے ایوانِ شاہی میں داخل ہونے لگے۔ تو اُنہوں نے اپنی طاقت کو کہاں چھُپا دیا تھا؟۔

اپنے مالک کے ایوان شاہی میں واپس جانے کے دن اُنہوں نے اپنے تیر و کمان اور تلوار رکھ دئے تھے۔ شانتی اُن کی پیشانی پر براجمان تھی، اور وہ اپنی زندگی کے پھل پیچھے چھوڑ گئے تھے۔

۸۶

اَے موت! تیرا سیوک میرے دروازے پر بیٹھا ہے! بحرِ بیکراں عبور کر کے تیرا پیغام میرے گھر تک لایا ہے ٭

رات اندھیری ہے۔ اور میرا دِل گھبرا رہا ہے، تو بھی لیمپ لے کر مَیں اپنا دروازہ کھولوں گا۔ اور اُس کا عزّت کے ساتھ استقبال کروں گا، کیونکہ میرے دروازے پر تیرا قاصد کھڑا ہے ٭

مَیں اُس کے ہاتھ باندھ کر اور آنسوؤں سے پُوجا کرونگا۔ اُس کے قدموں میں اپنے دل کی پُونجی کو دھر کر اُس کی پُوجا کروں گا ٭

وُہ میری صبح پر تاریک پردہ ڈال کر اور اپنا کام پایۂ تکمیل تک پہنچا کر واپس چلا جائے گا۔ اور میرے سنسان گھر میں صرف میری بیکس آتما بطور تیری آخری بھینٹ رہ جائے گی ٭

مَیں مایُوس اُمید میں جا کر اپنے کمرے کے تمام کونوں میں اُس کی تلاش کرتا ہُوں - مَیں اُسے نہیں ڈھونڈ پاتا ؛

میرا گھر چھوٹا سا ہے ، اور اس میں سے جو ایک دفعہ چیز چلی جاتی ہے ، دوبارہ کبھی بھی حاصل نہیں کی جا سکتی ؛

اے میرے مالک ! - لیکن تیری حویلی وسیع ہے - اور اُسے پا کر تیرے دروازے پر آیا ہُوں ؛

تیرے شام کے آسمان کے سُنہری شامیانہ کے نیچے مَیں کھڑا ہوتا ہوں - اور اپنی مشتاق نگاہیں تیرے چہرے پر ڈالتا ہُوں ؛

مَیں قدامت کے ساحل پر آگیا ہوں - جہاں کوئی چیز نیست نہیں ہو سکتی - جہاں سے کوئی اُمید ، کوئی آنند یا آنسو بھری آنکھوں سے دیکھے ہوئے کسی چہرے کا نظارہ ہٹ نہیں سکتا ؛

اے مالک! تو میرے خالی جیون کو اُس سمندر میں غوطہ دے۔ اور اسے انتہائی گہرائی میں ڈبو۔ مجھے ایک دفعہ ساری دُنیا کے بیچ میں کھوئے ہوئے کومل سپرش (مَس) کو محسوس کرنے دے۔

۸۸

اے مسمار مندر کے دیوتا! دنیا کے ٹوٹے تار اب تیری مستی کے گیت نہیں گاتے۔ گھڑیال شام کے وقت تیری پوجا کے وقت کا اعلان نہیں کرتے۔ تیرے چاروں طرف ہوا خاموش اور ساکن ہے؛

تیرے برباد مسکن میں موسم بہار کی آوارہ ہوا آتی ہے۔ یہ پھولوں کا پیغام لاتی ہے ــــ ان پھولوں کا جو تیری پوجا میں نہیں چڑھائے جاتے؛

تیرا پرانا پجاری اس مہربانی کی تلاش میں ہمیشہ سرگرداں رہتا ہے۔ جس سے اسے انکار ہو چکا ہے؛

شام کے وقت جب آگ اور سایہ گرد و غبار کی تاریکی میں مل جاتا ہے، وہ تھکا ہوا برباد مندر میں ــــ اپنے دل میں بھوک لئے ہوئے ــــ آتا ہے؛

اے مسمار مندر کے دیوتا! کتنے ہی تیوہار تیرے پاس سے خاموشی سے اور کتنی ہی پوجا کی راتیں تیرے مندر میں بنا ایک دیپک جلے گزر جاتی ہیں؛

ہوشیار کاریگر کئی نئے بُت تراشتے ہیں - اور جب اُن کا وقت آتا ہے - تو فراموشی کی متبرک ندی پر اُن کو پہنچایا جاتا ہے ✦
بے سوت لاپرواہی میں صرف مسمار مندر کا دیوتا ہی پُوجا کے بغیر رہ جاتا ہے ✦

۸۹

اب نہ تو چلاؤں - اور نہ زور سے پکاروں - ایسی میرے مالک کی مرضی ہے - لہٰذا میں سرگوشیوں سے کام نکالتا ہوں میرے دِلی جذبات زیرِ لب گانے کی گنگناہٹ سے ظاہر ہونگے

لوگ شاہی منڈی کو تیزی سے جا رہے ہیں - تمام خریدنے اور بیچنے والے وہاں ہیں - مگر میں نے کام کے گھمسان میں، دوپہر کے وقت بے وقت چھٹی کر لی ہے ؏

لہٰذا میرے باغ میں پھول کھِلنے دو، حالانکہ یہ اُن کے کِھلنے کا موسم نہیں - اور دوپہر کو شہد کی مکھیوں کو اپنے کاہل گیت گنگنانے دو ؏

نیکی اور بدی کے جھگڑوں میں میں نے گھنٹوں ضائع کئے ہیں - لیکن اب میرے بیکار دنوں کے ساتھی کی یہ خوشی ہے - کہ میں اپنا دِل کی طرف کھینچوں - اور نہ مجھے نہیں معلوم - کہ یہ اچانک بُلاوا کس فضول بات کے سلسلہ میں ہے ؏

۹۰

جس دن موت تیرا دروازہ کھٹکھٹائے گی، تو اُسے کیا پیش کرے گا؟

مَیں اپنے مہمان کے آگے اپنی زندگی کا بھرا ہُوا برتن رکھ دُوں گا۔ اور اُسے خالی ہاتھوں نہیں جانے دُوں گا۔

جب میرے دِن ختم ہو جائیں گے۔ اور موت کا فرشتہ میرا دروازہ کھٹکھٹائے گا، تو مَیں اُس کے آگے موسمِ خزاں کے تمام دِنوں اور موسمِ گرما کی تمام راتوں کو اِکٹھا کیا ہُوا انگوروں کا میٹھا رَس اور تمام مصروف زِندگی کی کمائی اور اثاثہ رکھ دُونگا۔

۹۱

میری زندگی کے آخری انجام اَے موت! آ اور مجھ سے سرگوشیاں کر۔ دِن پر دِن مَیں نے تمہاری انتظار کی ہے۔ اور تیری ہی خاطر میں نے زندگی کے رنج و راحت کو برداشت کیا ہے۔

جو کچھ مَیں ہوں اور میرے پاس ہے۔ اور جو مَیں اُمید کرتا ہوں، اور میری تمام محبت، یہ ہمیشہ نہایت رازداری کی گہرائی میں تیری طرف ہی بہتی رہتی ہیں۔

میرے اُوپر تیری آنکھوں کی آخری نظر پڑتے ہی میری زندگی ہمیشہ کے لئے تیری ملکیت ہو جاوے گی۔

پھول گوندھے گئے ہیں۔ اور دُولھا کے لئے مالا تیار ہو گئی ہے۔ شادی کے بعد دُلہن اپنا گھر چھوڑ دے گی۔ اور اپنے مالک سے سنسان رات میں تن تنہا ملاقات کرے گی۔

۹۲

مَیں جانتا ہوں۔ کہ ایک دن ایسا آویگا۔ جب میری اس دُنیا کی بینائی جاتی رہے گی۔ اور زندگی آخری پردہ میری آنکھوں پر ڈال کر خاموشی سے رخصت ہو جائے گی ؎

تاہم ستارے رات کو نگہبانی کریں گے۔ اور صُبح بھی حسب معمول جاگے گی، اور گھڑیاں سمندر کی موجوں کی طرح خوشیوں اور غمی کو پَیدا کرتی ہوئی گزر جائے گی ؎

جب مَیں اپنے لمحات کے خاتمہ کا یہ حشر تصوّر میں لاتا ہُوں تو لمحات کی حد بندی ٹوٹ جاتی ہے۔ اور مَیں موت کی روشنی میں تیری دُنیا کو منتشر شدہ خزائن کے ساتھ دیکھتا ہوں۔ اِس دُنیا کی ادنٰے ترین جگہ بھی نایاب ہے، اور اس کی ادنٰے سے ادنٰے زندگی بھی نایاب ہے ؎

جن چیزوں کو مَیں نے فضول تمنّا کی۔ اور جو مجھے نصیب ہیں —اُنہیں جانے دو۔ مجھے صرف اُن حقیقی چیزوں پہ قبضہ کرنے دو۔ جن کو مَیں ہمیشہ نظر انداز کرتا اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتا رہا ہُوں ؎

مجھے رخصت مل گئی ہے۔ مجھے الوداع کہو میرے بھائیو!۔ میں سب کو پرنام کرتا ہوں۔ اور علیحدہ ہوتا ہوں ؛

میں اپنے دروازے کی چابیاں یہاں دیتا ہوں۔ اور اپنے گھر کے تمام حقوق چھوڑتا ہوں ——— میں صرف آپ سے آخری ہمدردی کے الفاظ کی خواہش رکھتا ہوں ؛

ہم مدت تک ہمسائے رہے ہیں، لیکن میں نے دے سکنے کی بہ نسبت زیادہ وصول کیا۔ اب دن چڑھ آیا ہے۔ اور لیمپ جو میرے تاریک کونے میں جل رہا تھا، بجھ گیا ہے۔ ایک بلاوا آیا ہے۔ اور میں سفر کے لئے تیار ہوں ؛

۹۴

اِس رخصت ہونے کے وقت اے میرے دوستو! میرے لئے شُبھ کامنا کرنا۔ آسمان روشنی سے چمک اُٹھا ہے، اور میرا راستہ بڑا سُہاونا ہے ۔

مت پُوچھو۔ کہ وہاں لے جانے کے لئے میرے پاس کیا ہے۔ مَیں اپنے سفر پر خالی ہاتھ اور پُر اُمید دِل سے جاتا ہُوں ۔

مَیں اپنا سہرا باندھ لُوں گا۔ مسافروں کی طرح میرا گیروا لباس نہیں ہے۔ اگرچہ راستہ میں بہت سے خطرات ہیں، مگر میرے دل میں کوئی ڈر نہیں ۔

شام کا ستارہ میرا سفر ختم ہو چُکنے پر طلوع ہو جائے گا۔ اور شاہی دروازے پر شام کے نغموں کی فریادی تانیں گائی جائیں گی ۔

۹۵

مجھے اُس وقت کا کوئی علم نہیں۔ جب پہلے پہل میں نے زندگی کی دہلیز کو عبور کیا۔

مجھے کس طاقت نے، جنگل میں آدھی رات کو کھلنے والی کلی کی مانند اِس وسیع راز میں کھیلنے کے لئے مجبور کیا۔

صبح کے وقت جب میں نے اُوپر روشنی کی طرف دیکھا۔ اور فوراً مجھے محسوس ہُوا۔ کہ اس دنیا میں مَیں اجنبی نہیں ہُوں۔ اور نرنکار پرماتما نے مجھے اپنی ماں کی طرح آغوش میں لے لیا۔

ایسے ہی، موت کے وقت وہی اجنبی دیر سے میرے واقفکار کی حیثیت میں ظاہر ہوگا۔ اور چونکہ میں اس زندگی سے پیار کرتا ہُوں، لہٰذا میں جانتا ہوں۔ کہ ویسے ہی میں موت سے بھی محبت کرُوں گا۔

جب ماں بچے کو داہنے پستان سے چھڑاتی ہے۔ تو وہ چیختا ہے۔ مگر دوسرے لحظہ ہی جب وہ اُسے بایاں پستان دیتی ہے۔ تو اُسے شانتی ہو جاتی ہے۔

۹۶

اے میرے سوامی! جب میں یہاں سے جاؤں۔ تو میری زبان پر یہ الوداعی الفاظ ہوں، کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے، اُس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

میں نے اس کمل کے چھپے شہد کا مزہ چکھا ہے، جو بحر روشنی پر پھیلا ہوا ہے، اور اس طرح میرا جیون دھنیہ ہے۔" یہ میرے الوداعی الفاظ ہوں۔

اس تماشگاہ میں جہاں بے شمار صورتیں ہیں، میں اپنا کھیل کھیل چکا ہوں۔ اور یہاں مجھے اُس کا دیدار ہو گیا جو لاشکل ہے۔

میرا سارا جسم اور اعضاء اُس کے سپرش (مس) سے متحرک ہو گئے ہیں۔ جو سپرش (مس) سے پرے ہے۔ اور اگر میرا خاتمہ یہاں ہی ہونا ہے۔ تو بھلے ہی ہو۔" یہ میرے الوداعی الفاظ ہوں۔

۹۷

جب مَیں تیرے ساتھ کھیل رہا تھا، مَیں نے تمہاری نسبت کچھ بھی دریافت نہیں کیا۔ میری زندگی پُرشور ہونے کی وجہ سے مجھ میں شرمیلا پن اور خوف کا نام و نشان نہیں تھا۔

علی الصباح تو مجھے اپنے رفیق کی طرح نیند سے بیدار کرتا تھا۔ اور ویران راستوں میں میری رہبری کیا کرتا تھا۔

اُن دنوں مَیں نے کبھی تیرے اُن گیتوں کے مدعا کو جاننے کی کوشش نہیں کی۔ جو تُو مجھے سُنایا کرتا تھا۔ وہ صرف میری زبان پہ چڑھ گئے تھے، اور میرا دل اُن کی تان میں ناچ اُٹھتا تھا۔

اب جبکہ کھیل کا وقت گزر گیا ہے، یہ اچانک کیسا نظارہ ہے، جو میرے سامنے درپیش ہے؟۔ دُنیا آنکھیں نیچے کئے خوفزدہ ہو کر تیرے قدموں کی طرف اپنے خاموش ستاروں کے ساتھ دیکھ رہی ہے۔

۹۸

میں اپنی شکست کی مالاؤں اور انعاموں سے تجھے آراستہ کرونگا۔ بغیر مفتوح ہوئے بچ نکلنا میری طاقت سے ہمیشہ لبعید ہے۔

مجھے یقین ہے کہ میرا غرور مٹ جائیگا۔ اور میری زندگی انتہائی درد میں اپنے بندھنوں کو توڑ ڈالے گی۔ اور میرا خالی دِل کھوکھلی بانسری کی طرح گاگا کر سسکیاں بھرے گا۔ اور پتھر پسیج کر آنسو بہائیں گے۔

مجھے یقین ہے۔ کہ کمل پھول کی سینکڑوں پنکھڑیاں ہمیشہ کے لئے بند نہیں رہیں گی۔ اور کہ اس کے شہد کی پوشیدہ خلوت عیاں ہو جائے گی۔

نیلے آسمان سے ایک آنکھ میری طرف دیکھے گی۔ اور خاموشی سے بلائے گی۔ میرے لئے کچھ بھی بقایا نہیں رہے گا، اور تیرے قدموں میں مجھے صرف موت ہی ملے گی۔

۹۹

پتوار کو چھوڑتے وقت مَیں جانتا ہوں۔ کہ اِس سنبھالنے کے لئے تیرا وقت آگیا ہے۔ جو کچھ کرنا باقی ہے، فوراً کیا جائے گا۔ یہ جد و جہد فضول ہے۔

اے میرے دل! تب اپنے ہاتھ کھینچ لے۔ اور اپنی ہار کو چُپ چاپ مان لے۔ اور جس حالت میں تجھے رکھا گیا ہے اسی میں اپنی خوش قسمتی سمجھ۔

ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ میرے یہ چراغ بار بار بُجھ جاتے ہیں۔ اور اُن کو روشن کرنے کی کوشش میں مَیں دیگر سب باتوں کو بھول جاتا ہُوں۔

اے میرے مالک! مَیں دانشمندی سے کام لوں گا۔ اور تاریکی میں فرش پر چٹائی بچھا کر تیرا انتظار کرُونگا۔ اور جب تیری خوشی ہو۔ تو چُپ چاپ آکر اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا۔

۱۰۰

نرواکار کے مکمل جواہر کو حاصل کرنے کی اُمید میں میں ساگاروں کے سمندر کی انتہائی گہرائی میں غوطہ لگاتا ہوں ؛

اِس پرانی شکستہ کشتی کے ساتھ میں ایک بندرگاہ سے دُوسری بندرگاہ تک مزید سفر نہیں کرونگا۔ لہروں پر موجیں اُڑانے کے کھیل کے دن مدّت ہوئی گذر گئے ہیں ؛

اور اب میں اَمرتو (لازوال) میں شوق سے مرنے کو تیار ہوں ؛

میں اپنی زندگی کی تار کو وہاں لے جاؤں گا۔ جہاں عمیق گہرائی کے نزدیک دیوانِ عام میں بلے آواز تاروں کے راگ کی ستار اپنے راگ الاپتی ہے ؛

میں اسے نتیتا (لازوال) کے راگوں میں ملاؤں گا۔ اور جب آخری سُر نکلنے کے بعد میری ستارہ خاموش ہو جائے گی۔ تو میں اُسے شانت مئی (خاموش) کے قدموں پر نچھاور کردوں گا ؛

۱۰۱

مَیں نے تمام عمر ہمیشہ اپنے گیتوں کے ذریعہ تجھے پانے کی کوشش کی ہے۔ یہ گیت ہی مجھے گھر گھر پھراتے رہے۔ اور ان کے ذریعہ مَیں نے اپنے اِرد گِرد دُنیا کو پا لیتے۔ اور مَس کرتے محسُوس کیا ہے ؛

جو جو سبق آج تک مَیں نے حاصل کئے، اُن گیتوں کی ہی بدولت اُنہوں نے مجھے پوشیدہ راستے دکھائے۔ اور میرے دِل کے اُفق پر بے شمار ستاروں کا نظارہ دکھایا ہے ؛

اُنہوں نے تمام دِن رنج و راحت کے دیش کے عجائبات میں میری رہبری کی اور آخر کار شام کے وقت —— سفر کے خاتمہ پر —— وُہ مجھے کِسی شاہی دروازہ پر لے آئے ہیں ؛

۱۰۲

مَیں لوگوں میں ڈینگ مارا کرتا تھا۔ کہ مَیں نے تمہیں جان لیا ہے۔ وہ میرے تمام کاموں میں تیری تصویریں دیکھتے ہیں۔ وہ آکر مجھ سے پوچھتے ہیں "یہ کون ہے؟"۔ مَیں نہیں جانتا، اُن کو کیسے جواب دُوں۔ مَیں کہتا ہُوں "دراصل مَیں بتا نہیں سکتا" وہ مجھے بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اور حقارت بھری آنکھوں سے چلے جاتے ہیں۔ اور تم وہاں مُسکراتے ہُوئے بیٹھے ہو۔

مَیں تیری کتھاؤں کو امر دلازوال گیتوں میں ظاہر کرتا ہُوں اور میرے دل سے راز باہر پھُوٹ پڑتا ہے۔ وہ آکر مُجھ سے دریافت کرتے ہیں۔ "تم اپنے گیتوں کا مطلب بتاؤ؟"۔ مَیں نہیں جانتا، انہیں کیسے جواب دُوں۔ مَیں کہتا ہوں "آہ! کسے معلوم ہے۔ کہ ان کا کیا مطلب ہے؟" وہ مسکرا کر حقارت بھری آنکھوں سے چلے جاتے ہیں۔ اور تم وہاں مسکراتے ہُوئے بیٹھے ہو۔

۱۰۳

اے میرے ایشور! میری تمام اندریاں ایک ہی پرنام میں تیری طرف لگ جائیں اور اِس دُنیا کو تیرے چرنوں پر کھڑا جان کر اُس سے مس کریں *

جیسے ساون کا بادل بنا برسے ہوئے پانی کے بھار سے نیچے جھک جاتا ہے، ویسے ہی میرا سارا من ایک ہی نمسکار کرنے میں تیرے دوار پر بہت نمر (عاجز) ہو جائے *

میرے تمام گیتوں کے مختلف راگوں کو ایک رَو میں جمع ہونے دو۔ اور ایک ہی پرنام (تعظیم) میں شانتی کے سمندر کی طرف بہنے دو *

جیسے گھر کی جُدائی سے دیاکُل ہنسوں کا جھُنڈ رات دن اپنے پہاڑی گھونسلوں کی طرف اُڑتا ہوا لوٹتا ہے، ویسے ہی میری رُوح کو ایک ہی پرنام میں اپنے دائمی گھر کا سفر کرنے دے *

ہماری مقبولِ عام کچھ اردو کتابیں

آشیانہ

از ڈاکٹر رویندر ناتھ ٹیگور۔ اس ناول میں گھریلو زندگی کے ہر پہلو پر ایک نئے زاویہ سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ بنگالی میں اس ناول کا نام "گھر اور باہر" ہے۔ یعنی گھر کی دنیا اور باہر کی دنیا دونوں مختلف پہلوؤں کو ٹیگور نے انتہائی صفائی سے پیش کیا ہے۔ نسوانی آزادی کہاں تک مناسب اور ممکن ہے۔ عورتوں کو گھر کے دھندوں پر باہر کی سوسائٹی کو ترجیح دینی چاہیئے۔ یا نہیں۔ وغیرہ وغیرہ مسائل کو بڑے ہی لطیف انداز میں سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ ناول کیا ہے، زندگی کے نشیب و فراز اور انسانی فطرت کی لطافت نگاریوں کا آئینہ دار ہے۔ بڑھیا کاغذ۔ دیدہ زیب گیٹ آپ قیمت صرف اڑھائی روپے

کشمکش

از ڈاکٹر ٹیگور۔ زندگی کا دوسرا نام کشمکش ہے۔ اور کشمکس ہی ہی زندگی ہے۔ انسانی زندگی کا ہر لمحہ کشمکش سے وابستہ ہے ٹیگور کے اس ماسٹر پیس ناول کا پلاٹ اسی انسانی زندگی کی کشمکش پر مشتمل ہے اس میں امیری اور غریبی کی کشمکش۔ خاوند اور بیوی کی کشمکش۔ دقیانوسی رواج اور موجودہ ترقی پسند خیالات میں ہر دم ہونے والی کشمکش کی زندہ تصویر قلمبند کی ہے۔ جو کہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ انسانی سائیکالوجی پر واحد ناول ہے۔ منشی پریم چند مرحوم نے کشمکش کے بنگالی ایڈیشن پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ گورودیو ٹیگور کے آرٹ کو عروج بلندی پر دیکھنا ہو۔ تو گیتا نجلی کے بعد اس ناول کو پڑھیں۔" ہم آپ سے کشمکش پڑھنے کی پر زور سفارش کرتے ہیں۔ اعلیٰ گیٹ آپ۔ قیمت صرف تین روپے

ملنے کا پتہ:۔ راجپال اینڈ سنز بک سیلرز و پبلشرز۔ لاہور۔

میرے بہترین افسانے

(از منشی پریم چند صاحب مرحوم مصنف میدان عمل۔ گئودان وغیرہ) منشی پریم چند کی موت کے بعد اُردو ادب میں وُہ خلا پیدا ہو گیا ہے۔ جسے آجتک پورا نہیں کیا جا سکا مرحوم ہی درحقیقت اُردو اور ہندی مختصر افسانہ نویسی میں مغربی فن لائے۔ یہ ان کی ہی محنتوں کا نتیجہ ہے۔ کہ آپ ہندوستانی افسانہ کو مغربی ممالک کے دوش بدوش کھڑا پاتے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں مصنف نے خود اپنی نمایندہ اور بہترین کہانیوں کو جمع کر دیا ہے۔ جنہیں پڑھ کر آپ پریم چند کی تمام تصنیفات کا لطف اُٹھائیں گے ابتدا میں ایک سیر حاصل دیباچہ بھی فاضل مصنف کی قلم سے شامل ہے لکھائی چھپائی اور گیٹ اَپ بے حد دلکش۔ قیمت عہ

پرائسچت

وُہ زندگی کی خار دار سڑک پر ننگے پاؤں چل رہا تھا۔ لیکن وہ خوش تھا۔ اچانک ایک پُر اسرار ہاتھ بڑھا۔ اور اُسے اُٹھاکر روپہلی چبوترے پر بیٹھ گیا۔ اسے ہر قسم کی راحتیں اور عیش و نشاط کے سامان میسر تھے۔ لیکن وہ خوش نہ رہ سکا۔ اس کی رُوح اس کے جسم سے باغی ہو گئی۔ وہ محبت کر رہا تھا۔ لیکن اس کا مفہوم نہ سمجھ سکا۔ پیار کو ایک فرض سمجھتا رہا ـــــ اس کی دُنیا تاریک ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس کی بیوی بھی اس سے بے رُخی روا رکھنے لگی۔ پھر کیا ہوا . . . یہ جاننے کے لئے پرائسچت . . .

بنگال کے جادو نگار ـــــ افسانہ نگار شرت چندر چیٹر جی کے دو افسانے جو ابھی تک اُردو زبان میں منتقل نہیں ہوئے

حجم ۱۰۰ صفحات۔ قیمت ۱۲ر

ملنے کا پتہ:۔ راجپال اینڈ سنز بک سیلرز۔ انارکلی۔ لاہور۔

صحت اور یوگ کے آسن

(مصنفہ پنڈت ستاتولیکر) اس دنیا کا ہر فرد و بشر۔ بچہ بوڑھا۔ مرد عورت کسی نہ کسی خواہش کی تکمیل میں سرگرداں ہے۔ لیکن ایک خواہش جو سب میں یکساں پائی جاتی ہے وہ ہے صحت اور تندرستی۔ دنیا کا ہر انسان اس خواہش کی تکمیل کے لئے ہزاروں تو کیا لاکھوں روپیہ تک خرچ کرتا ہے۔ ڈاکٹروں، ویدوں اور حکیموں کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔ لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب تندرستی خراب ہو جاتی ہے۔ داناؤں کا قول ہے۔ کہ بیمار ہونے پر علاج کرنے سے پہلے پرہیز کرنا بہتر ہے۔ اسی خیال کو مدنظر رکھ کر ہم نے یہ کتاب صحت اور یوگ کے آسن شائع کی ہے۔ اس کا مطالعہ کر کے اس پر عمل کرنے سے انسان کبھی بیمار نہیں ہو سکتا۔ اس کتاب میں صحت کو قائم رکھنے کے لئے یوگ کے آسن مع تصاویر دئے گئے ہیں۔ ہر ایک بیماری کا علاج بذریعہ آسن بتایا گیا ہے۔ ہر ایک آسن کے ساتھ اس کی تصویر اور طریقہ اور ہر ایک کے فائدے درج ہیں۔ بڑھیا کاغذ۔ مجلد قیمت ۲/۸ ؎

نپولین بونا پارٹ

(از پروفیسر رام سروپ کوشل ایم اے) کون ایسا فرد و بشر ہو گا۔ جس نے نپولین کا نام نہ سنا ہو گا۔ جہاں آپ نے ایسے شیر مرد کا نام مردانگی سے بھرپور سنا ہے۔ وہاں ایسے دلاور کی سوانح حیات پڑھے بنا دنیا کے کسی بھی فرد و بشر کو نہیں رہنا چاہئے۔ نپولین کی سوانح عمریاں ویسے تو کئی چھپی ہوئی ہیں۔ وہ سب نامکمل اور چھوٹی ہیں۔ یہ سوانحیات پیدائش سے موت تک مفصل طور پہ مع بہادرانہ کارناموں کے لکھی گئی ہے۔ نپولین کی یہ سب سے بڑی سوانح عمری ہے سکولوں، کالجوں اور لائبریریوں میں یہ کتاب ضرور ہونی چاہئے۔ نوجوانوں کو تو یہ کتاب اپنا رہنما سمجھ کر پڑھنی چاہئے۔ لکھائی، چھپائی، کاغذ نہایت عمدہ ۳۶۰ صفحے کی مجلد با تصویر کتاب کی قیمت صرف تین روپے ؎

ترقی و اقبال کے اشارے

جیمز ایلن ایک بہت مشہور معروف فلاسفر ہیں انکی کتب خصوصاً نوجوانوں کیلئے مشعل ہدایت کا کام دیتی ہیں۔ شاہراہ ترقی پر لے جانے والی ایسی بیسیوں کتب انہوں نے لکھی ہیں۔ جو نہایت مقبول عام اور ہر دلعزیز ہوئی ہیں۔ یہ کتاب بھی انکی مشہور و معروف تصنیف MORNING & EVENING THOUGHTS کا ترجمہ ہے۔ اس میں کل باسٹھ یعنی ہر روز کیلئے دو سنہری اشارے مندرج ہیں۔ صبح کو ایک بار پڑھ لینے سے تمام دن طبیعت خوش و چست رہتی ہے۔ اور کام خوش اسلوبی سے سرانجام پاتا ہے۔ جو ترقی و اقبال کی نشانی ہے۔ اگر آپ دنیا میں عزت۔ شہرت اور دولت چاہتے ہیں۔ تو اسے ضرور پڑھیں۔ قیمت صرف دس آنے ۔

جیسے چاہو ویسے بن جاؤ

یہ کتاب بھی جیمز ایلن کی مشہور و معروف کتاب AS A MAN THINKETH کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل مضامین پر روشنی ڈالی گئی ہے (۱) دل کا عادت (۲) دل پر واقعات کا اثر۔ (۳) تندرستی اور دل کا جسم پر اثر (۴) خیالات اور منزل مقصود۔ (۵) کامیابی میں دل کا ہاتھ (۶) خواب و خیال (۷) خاموشی وغیرہ وغیرہ۔ اونچا اٹھنے اور ترقی کے خواہشمند اسے ضرور پڑھیں۔ قیمت صرف دس آنے ۔

کپال کنڈلا

(از بنگال کے مایہ ناز ادیب بابو بنکم چندر چیٹرجی) بنکم بابو کے تواریخی ناول کسی تعریف کے محتاج نہیں۔ کپال کنڈلا ان کا بہترین ناول تصور کیا جاتا ہے۔ دنیا کے چند تواریخی ناولوں میں اس کا شمار ہے انہی خوبیوں سے متاثر ہو کر پچھلے دنوں اس کی فلم بھی بنائی جا چکی ہے۔ پلاٹ نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ جو کہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ نہایت عمدہ۔ گیٹ اپ دیدہ زیب۔ قیمت صرف ایک روپیہ ۔

ملنے کا پتہ

راجپال اینڈ سنز بک سیلرز و پبلشرز۔ لاہور

وشوا ناتھ پرنٹر و پبلشر نے [illegible] پریس لاہور میں چھپوا کر انارکلی لاہور سے شائع کی۔

ALLAMA IQBAL LIBRARY
1147

ALLAMA
IQBAL LIBRARY
UNIVERSITY OF KASHMIR
HELP TO KEEP THIS BOOK
FRESH AND CLEAN.